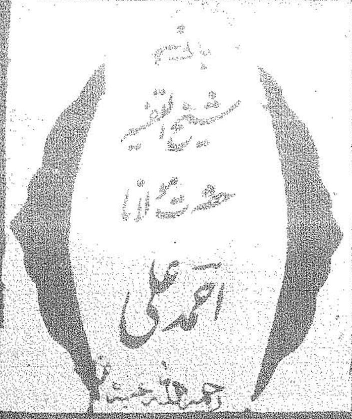
هفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان



اسرار اللہ صاحب

نسخہ کیمیا

○ پھر جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے۔ البتہ میں اُن سے اُن کی برائیاں (گناہ) دور کر دوں گا اور انہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵)

○ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے سو انہیں اللہ برائیوں کے بدلے بھلائیاں دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ فرقان آیت ۷۰)

۶ ربیع الثانی ۹۷ھ

۲۵ مارچ ۷۷ء

احادیث رسول

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ مَقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَهٗ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ۔ (مشکوٰۃ شریف۔ باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ہمراہی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن ہی رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کیا کہا کرتا تھا؟ پس (جو) مومن ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ پس اسے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ لے اسے اللہ نے تیرے لیے بہشت میں بدل دیا ہے۔ پس وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔ اور جب کافر اور منافق سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ جانا اور نہ پڑھا اور اسے لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے پس وہ چلاتا ہے اور اس کا یہ چلانا اس کے نزدیک کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ ماسوائے جنوں اور انسانوں کے۔

اس حدیث میں مومن، کافر اور منافق تینوں کا قبر کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اسے دفن کر دیا جاتا ہے تو جونہی اس کے عزیز و اقارب قبر میں لٹا کر واپس لوٹتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے آ موجود ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے یہاں اس شخص سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ کی ہستی مشہور و معروف ہے اور آپ کا وجود انسانی زندگی کے مرکز کا حکم رکھتا ہے اس لیے مردہ فوراً سمجھ لے گا کہ اس شخص سے مراد کیا ہے؟

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی صورت کو مردے کے سامنے لایا جاتا ہے یا آنحضرتؐ اور مردہ کے درمیان سے پردہ ہٹا لیا جاتا ہے اور وہ شخص آپؐ کو دیکھ لیتا ہے پھر اگر مردہ مومن ہو تو فوراً کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد پہلے اسے دوزخ دکھایا جاتا ہے پھر اس کا اصلی ٹھکانا یعنی جنت۔ تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اگر وہ فرشتوں کے سوال کا صحیح جواب نہ دے سکتا تو اسے کس قدر سزا برداشت کرنا پڑتی۔ اس کے برعکس اگر مردہ کافر یا منافق ہو تو وہ آپؐ کی نسبت صحیح جواب نہیں دیتا۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ نہ تو نے عقل سے کام لیا نہ قرآن مجید سے پڑھا۔ پھر اس کو لوہے کی گرزوں سے مارتے ہیں۔ اور وہ چلاتا ہے اس چلانے کی آواز اس کے نزدیک کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ لیکن جن اور انسان نہیں سنتے۔ مردے کی آواز سن لینے سے ایمان بالغیب کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مردوں کو ملنے والی سزا زندہ لوگ نہ دیکھ سکیں نہ سنیں انہیں صرف اس سے آگاہ کر دیا جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۳ —— شمارہ نمبر ۴۳

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

صالح محمد صفدری

بدل اشتراک

سالانہ	۳۰ —— [illegible]
ششماہی	۲۰ —— [illegible]
سہ ماہی	۱۰ —— [illegible]
فی پرچہ	ایک روپیہ

اسلامی نظام اور پاکستان

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور منٹو پارک میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی —— ۱۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا —— اس نئی مملکت کا قیام کیوں معرض وجود میں آیا؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ —— پاکستان کا مطلب کیا؟ —— لا الٰہ الا اللہ

لیکن لا الٰہ الا اللہ کا جو حشر ہوا اور ہو رہا ہے وہ کوئی ایسی داستان نہیں جس پر خامہ فرسائی کی جائے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ نظام اسلامی کے معاملہ میں پاکستان کے مختلف ادوار میں برسر اقتدار جماعتوں اور افراد کا طرز عمل اتنا مجرمانہ اور باغیانہ رہا ہے کہ خدا کی پناہ!

ان مجرمانہ اور باغیانہ حرکات کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اس قوم کو معاف کیسے کر دیا؟ معاذ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ خدائے رحیم و کریم نے اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ اور اپنے رؤف و رحیم نبی کے صدقہ ہم گنہگاروں کو مواقع بخشے۔ اور ڈھیل پر ڈھیل دی تاکہ ہم سنبھل جائیں۔

اور جب بار بار کی ڈھیل کے بعد بھی ہم نہ سنبھلے تو ہمیں ۱۹۷۱ء میں اس پسپائی و ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کیا شاید اقوام عالم کی تاریخ میں بھی نہ مل سکے۔

اور پھر اس کے بعد بھٹو صاحب کی شکل میں ایک ایسا حکمران ہم پر مسلط ہو گیا جس نے آمروں اور ڈکٹیٹروں کی گھناؤنی تاریخ کو مات کر کے رکھ دیا اور سائنس و ٹکنالوجی کی اس بیسویں صدی میں وہ وہ گل کھلائے کہ توبہ بھلی!

اس قہرمانی دور نے ملت کی آنکھیں کھولیں، ملی قائدین و رہنما

عزم جوان لے کر اٹھے۔ قومی اتحاد پاکستان کی بنیاد ڈال اور اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک لے کر میدانِ عمل میں آگئے۔

محترم قائدین کا خیال یہ تھا کہ "انتخاب" کے ذریعہ یہ عظیم انقلاب آجائے گا لیکن افسوس کہ پیپلز پارٹی کے آمرِ مطلق نے ملک و قوم کو اس راہ پر ڈال دیا ہے جو انتہائی پریشان کن راہ ہے۔

- سب سے پہلے تو انتخابی مہم کے دوران ظلم و تشدد کا ہر روایتی حربہ اختیار کر کے قومی اتحاد کو یوسف بے کارواں بنانے کی کوشش کی گئی۔
- یہ نہ ہو سکا تو ۷/ مارچ کے دن غنڈہ گردی، دھاندلی اور بے حیائی کا وہ ڈرامہ رچایا کہ ظلم و ناانصافی بھی سر پیٹ کر رہ گئی۔
- اس سے بھی بات نہ بنی تو ملک بھر کے عوام نے اپنے ووٹ اور رائے کا وزن قومی اتحاد کے پلڑے میں ڈال دیا۔ تو اس کے خلاف گھناؤنی سازش کی گئی اور نتائج کو بدلنے کا وہ مکروہ، شرمناک اور انسانیت و اخلاق سوز کھیل کھیلا کہ الاماں!

ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جس طرح ووٹ کی تقدیس پامال کی گئی، بیلٹ بکس تبدیل کئے گئے، تھوک کے حساب سے ووٹوں کی پرچیاں بھری گئیں اور وہ کچھ کیا گیا جس کی مثال شاید نہ مل سکے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر قومی اتحاد نے صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کا بائیکاٹ کر دیا۔ یہ بائیکاٹ اور اس سے ایک روز بعد ملک گیر سطح پہ ہونے والی ہڑتال نے پھر ثابت کر دیا کہ عوام کس کے ساتھ ہیں؟

لیکن ان تمام واضح حقائق کے باوجود بھٹو صاحب کی آنکھ نہ کھلی اور وہ بدستور ڈھٹائی پہ اترے رہے اور اب تک معاملہ جوں کا توں ہے۔ اس شرمناک روش کو تبدیل کرنے کی غرض سے اور اس ملک کو اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ بنانے کے لیے قومی اتحاد نے ۱۴/ مارچ ۷۷ء سے ملک گیر سطح پر عوامی تحریک کا آغاز کر دیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری قوت اور تنظم کے ساتھ ملک میں چل رہی ہے۔

حالت یہ ہے کہ انہی جبری اور انسانی اخلاق سے عاری انتظامیہ خوفِ خدا اور نتائج حقیقی سے بے نیاز ہو کر عوام پہ تشدد کر رہی ہے۔ گولی، لاٹھی، آنسو گیس، خشت باری کون سا وہ حربہ ہے جس سے انتظامیہ کام نہیں لے رہی؟

مساجد کے اندر گھس کر لاٹھی گولی کا چکر چلانا اور مساجد کے اندر سے لوگوں کو گرفتار کرنا تک کے واقعات ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور اس میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ اور محسوس یوں ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر آگ و خون کا بازار گرم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جبکہ قومی اتحاد بڑے تحمل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ تماشہ یہ ہے کہ بھٹو صاحب تقریر کے ذریعہ اور خطوط کے ذریعہ مذاکرات کی باتیں کرتے ہیں لیکن عمل و کردار یہ ہے کہ لوگ شہید کئے جا رہے ہیں، زخمی کئے جا رہے ہیں اور جیلوں میں ٹھونسے جا رہے ہیں۔ کئی اہم رہنما گرفتار کر کے جیل میں بھیجے جا چکے ہیں اور غیر سے نئی تاجپوشی کی غرض سے ۲۶/ مارچ کو نام نہاد ممبروں کو طلب کر لیا گیا ہے لیکن کیا اس طریقے سے وہ اس مملکت پر اپنا غاصبانہ قبضہ قائم رکھ سکیں گے؟ ہمارا اعلان ہے کہ قطعاً نہیں۔

قوم کا بچہ بچہ سربکف میدانِ عمل میں ہے اور ہر کوئی عزم کئے ہوئے ہے کہ اب اس ملک میں اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کرا کے دم لیں گے۔

ممکن ہے کہ بھٹو صاحب کہیں کہ ایسا میں کر دیتا ہوں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بعض گناہوں کے اقراری مجرم ہیں ان کی سزا پہلے بھگتیں پھر آگے چلیں۔ اب ان کے لیے کہیں بھی بھاگ نکلنے کا راستہ نہیں۔

صدرِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھٹو صاحب کو چلتا کریں، الیکشن کمیشن کو چھٹی دیں اور قومی اتحاد کے مبنی اور جائز مطالبات کی روشنی میں نئے انتظامات کے تحت انتخابات کرائیں تاکہ ملک میں خدا کا کلمہ بلند ہو سکے۔

یاد رکھیں کہ:-

پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں

اور اب اس حقیقتِ کبریٰ سے انحراف تباہی کا موجب ہوگا۔

سٹاف رپورٹر

انگریزوں نے بھی علماء کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کی ایمان افروز تقریر:

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے یا اللہ! تیرے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکے گا اور ہر حال میں ہم تیرے شکر گذار بندے ہوں گے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں یہ عظیم ترین معاہدہ ہے اللہ کے ساتھ کہ اللہ نے جان، اولاد اور مال سب خرید رکھی ہیں جنت کے بدلے میں۔ خریدار اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے نام پر بکے ہوئے ہیں۔ عزت ہو، مال ہو، جان ہو، اولاد ہو سب کچھ اللہ کی ہیں، ہماری نہیں ہیں اللہ تعالیٰ پانچ وقت مسجد میں طلب فرمالیں یا رمضان کے زمانے میں ہمارے کھانے پینے کا نظام بدل دے کہ صبح سویرے سحری کھا پیو اور سارا دن سورج غروب ہونے سے ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اترنے نہ پائے اور سچا مسلمان وہی ہے جو خدا سے کیے گئے معاہدے کی لاج رکھتا ہے۔

اسی طرح بقر عید کے موقع پر ہم حضرت ابراہیم کی اس سنت کی یاد تازہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی ان سے مانگی۔ اور انہوں نے بے چون و چرا یہ عظیم قربانی اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دی۔ ہر سال ایک ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے تجدید عہد کرتا ہے کہ اگر خدا کی راہ میں بیٹے کی قربانی کی ضرورت پیش آئے یا خود حضرت ابراہیم کی مانند آگ میں کودنے کی ضرورت ہوئی تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ یا اپنے مال میں سے خدا کے حکم کے مطابق زکوٰۃ و صدقات دینے کا موقع ملا تو وہ خندہ پیشانی ادا کرے گا۔

صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق نے ہمارے لیے نظیریں قائم کر دی ہیں۔ یہ مال یہ عزت و آبرو اور یہ اولاد سب کچھ اللہ کا ہے اور اس کے بدلے میں جنت جاری ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اگر ہمیں خدا کی راہ میں اور اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی دینے کی ضرورت پیش آئی تو ہم چون و چرا نہیں کریں گے۔ اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے، مسلمان کا تو حق ہی یہ ہے کہ

گردن نہادن بہ اطاعت

یہ سرزمین جو کفر و شرک سے اٹی پڑی تھی اللہ کے نیک بندوں نے اسے توحید کے نور سے منور کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں یہ موقع بخشا کہ ہم اس سرزمین پر خدا کا قانون نافذ کریں، مگر ہم نے ایسا نہ کیا اور دنیا میں رسوا ہوئے، آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے اسلام کے خلاف سازشیں کی گئیں، علماء کی توہین و تذلیل کی گئی۔ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سید کے دلدادہ اسلام کو اس سرزمین سے نہ نکال سکے۔ انگریز نے بھی علماء کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوا۔ اور اسے خود ساتھ سمندر پار جانا پڑا۔ علماء کو مٹانے والے خود مٹ جایا کرتے ہیں، کیونکہ علماء کے ذریعہ خدا نے اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے

مولانا نے فرمایا کہ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تیس سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی پاکستان میں نظریاتی مملکت قائم نہ ہو سکی اس ملک کی اکثریت کے خلاف لوگ حکمرانی کرتے رہے اور انگریز کا نظام انہوں نے جاری رکھا یہ ملک جمہوری اصولوں کی بنیاد پر بنا تھا۔ ووٹ کے ذریعے یہ ملک معرض وجود میں آیا تھا، لیکن یہاں نہ جمہوریت کو فروغ دیا گیا اور نہ ہی ووٹ کا تقدس محفوظ رکھا گیا۔

اب موجودہ الیکشن میں پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو یہ موقع بخشا تھا کہ وہ اپنی رائے سے یہ فیصلہ کریں کہ وہ اس ملک میں خدائی نظام چاہتے ہیں یا چند دن کے بنے ہوئے نظام کو۔ ملک کے عوام کی بھاری اکثریت نے فیصلہ دیا کہ وہ اس ملک میں اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں، مگر افسوس کہ دھاندلی کے ذریعہ حکمران طبقے نے اس فیصلے کو زبردستی بدل دیا اور ملک ایک بار پھر اسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں آج سے تیس برس پہلے کھڑا تھا، بلکہ اب حالات پہلے سے بھی ابتر ہو گئے۔ شعائر اسلام کی کھلے طور پر بے حرمتی کی جا رہی ہے اعلاء کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جانے لگا ہے اور میخانے کو مسجد پر فوقیت دی جانے لگی ہے۔

عوام نے گلی گلی اور کوچے کوچے میں اسلامی نظام کے حق میں نعرے لگائے، لیکن ہوا وہی جو حکمرانوں نے پہلے سے سوچ رکھا تھا، گذشتہ الیکشن جو فوجی حکمرانوں کی سرکردگی میں ہوا تھا وہ کافی حد تک آزادانہ الیکشن تھا، مگر عوامی نمائندگی کے دعویداروں نے موجودہ الیکشن میں جو کچھ کیا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان ہی خدشات کے پیش نظر ہمارے قائدین نے مطالبہ

انہی وجوہ کی وجہ سے ہمارا ملک دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ دو اسمبلیاں اور دو وزیر اعظم کی بات کی گئی، اِدھر ہم اور اُدھر تم کا نعرہ لگایا گیا۔ اور جب دیکھا کہ یہ صورت حال نہیں چل سکتی تو ملک کو ایک سازش کے تحت دولخت کر دیا۔ تاریخ اسلام میں ایسا ہولناک اور افسوسناک واقعہ نہیں ہوا کہ اتنی بڑی فوج کافروں اور مشرکوں کے سامنے ہتھیار ڈالدے۔

ان بدقسمتوں اور بدبختوں کی وجہ سے جب ملک دولخت ہو گیا تو یہی لوگ یحییٰ خان سے مل کر سازشیں کر کے برسر اقتدار آگئے اور غدار یحییٰ خان کا تحفظ کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ آج تک شائع نہیں کی۔ تاکہ اصل مجرموں کی نقاب کشائی نہ ہو جائے۔

مولانا نے زور دار لہجے میں فرمایا کہ ان کے دن گنے جا چکے ہیں، ظلم کو فروغ کبھی نہیں ہوتا، حق بلند ہونے کے لیے آیا ہے جھکنے کیلئے نہیں۔ اصل مسلمان وہی ہیں جو اپنے جائز حقوق کے لیے بہادرانہ جنگ لڑیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم تشدد کے پرچارک نہیں ہیں۔ جہاد کے معنی یہ ہیں کہ جس مقصد کو ہم صحیح اور درست سمجھتے ہیں اس پر ڈٹے رہیں۔ اس کے لیے قربانیاں دیں اور اس میں تزلزل نہ آنے دیں۔ ہم انصاف اور شرافت کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں کسی قسم کا خوف ڈر اور غم نہیں ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں امن و امان بحال رہے اور عوام عزت و خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں۔ ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر کوئی اس ملک میں ظلم و ستم سے حکمرانی کرنا چاہے گا تو اسے بھی یہ موقع نہیں دیا جائے گا۔ آئین اور قانون کی پاسداری کے لیے ہم میدان میں نکلے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے نیک اور بلند عزائم سے باز نہیں رکھ سکتی۔ باطل کی سرشت یہ ہے کہ وہ سرنگوں ہو اور حق کی فطرت یہ ہے کہ وہ بلند و بالا ہو۔ مسلمان وہی ہے جو شیر کی زندگی جیتا ہے۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ نے صحیح فرمایا تھا کہ شیر کی حیات یک روزہ گیدڑ کی حیات صد سالہ سے بہتر ہے۔ ہم جیتے گے تو مجاہدوں، شیروں اور غازیوں کی زندگی۔ مریںگے تو میدان جہاد میں شہیدوں کی زندگی۔ اگر ہم خدا کی راہ میں قبول کر لیے گئے تو پیٹھ پر نہیں سینہ پر گولی کھا کر مریں گے جو ہمارے اکابر کا شیوہ ہے۔ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں۔ ان بے دینوں اور ملحدوں کے مقابلے میں ہم کسی طاقت سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ ان کا دین نماز روزہ کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ صرف اسلام نماز، روزے ہی کو سمجھتے ہیں اور نماز روزے کی بھی انکو توفیق نہیں۔ ان کا اسلام یہی ہے کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ !!

یہ تو ہے ان کے اسلام کا حال۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ ان کی جمہوریت ان کے پانچ سالہ دور اقتدار میں عوام نے دیکھ ہی لی ہے۔ کونسا ایسا ستم تھا جو ان جمہوریت کے دعویداروں نے روا نہیں رکھا۔ ہمارا اس جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کے یہ علمبردار ہیں۔ پھر یہ لوگ سوشلزم کو اپنی معیشت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلام معیشت کے معاملے میں ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہمیں اسلام سے باہر جا کر ہمیں سوشلزم کے ذریعہ اپنی اپنی معیشت کو فروغ دینا ہوگا۔ یہ لوگ طاقت کا سرچشمہ عوام کو قرار دیتے ہیں جبکہ تمام طاقتوں کا سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ طاقتیں ساری کی ساری قبضۂ قدرت میں ہیں۔

خداوند قدوس کا یہ حکم ہے کہ:

"اسلام کے اندر پورے پورے
داخل ہو جاؤ"

یہ نہیں کہ عبادات کا نظام تو اسلام سے لے لو اور باقی دیگر امور کہیں اور تلاش کرتے پھرو۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں ہر ہر قدم پر انسان کے لیے رہنمائی موجود ہے۔

اسلام میں امن و صلح اور جنگ و جدل کے قانون بھی موجود ہیں۔ اپنے اور بیگانے کے تعلقات کے سلسلے میں بھی رہنمائی موجود ہے۔ عورتوں اور مردوں کے سلسلے میں بھی ہدایات موجود ہیں۔ اسلام پیدائش سے لیکر موت تک انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ ہماری یہ سیاسی لڑائی اسی لیے ہے کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو۔ سودی نظام کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ فحاشی عریانی اور بڑھتی ہوئی معاشرتی بے راہ روی کا انسداد کیا جائے۔ ہمارا انتخابی منشور اس بات پر گواہ ہے کہ ہم اس ملک میں کیا چاہتے ہیں۔ اس پروگرام کی تکمیل میں اگر ہماری موت آجائے تو سودا سستا ہے!

مولانا نے فرمایا کہ آخر میں میں اپنے قایدین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہمیں لگا سکتے ہیں۔ ہم اپنی جان سے، اولاد سے اور مال سے ان کے اشارے پر قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ اپنے قایدین کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پہ تادیر قائم رکھے۔ (آمین)

میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ ہمارے یہ قایدین کسی دنیاوی غرض یا مفاد کے لیے میدان میں نہیں آئے نہ ہی انہیں کرسیوں اور وزارتوں کا شوق ہے، ان کا مقصد وحید قرآن و سنت کی حکمرانی ہے۔ ان کی بظاہر ہار بھی جیت ہے۔ عوام ان کے ساتھ ہیں۔ دھاندلی کے ساتھ بیلٹ پیپر کا تقدس مجروح کرنے والے آپ دیکھیں گے کہ کس طرح خائب و خاسر ہوتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں علی کی تلوار ہے میں کہتا ہوں کہ شرابیوں اور زانیوں کے ہاتھ میں علیؓ کی تلوار نہیں ہو سکتی یہ شمر کی تلوار ہے۔ یہ ہلاکو اور چنگیز کی تلوار ہے۔

ہم اس پھندے کو چومے گے جو خدا کے نظام کی خاطر ہماری گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ ہم احمد بن حنبلؒ کے نام لیوا ہیں جن کی استقامت کے سامنے جابر حکمرانوں کو جھکنا پڑا۔ !!! ہم شیخ الہندؒ کے نام لیوا ہیں جنہوں نے انگریز کو تگنی کا ناچ نچایا !!!

میں لوا بنرِ بودو صاحب کی موجودگی میں کہتا ہوں

کیا تھا کہ الیکشن فوج کی نگرانی میں ہونا چاہیے، اور الیکشن کمیشن کو مستقل اسٹاف فراہم ہونا چاہیے مگر ان تمام جائز مطالبات کو نظر انداز کرکے عوام کے ساتھ شرمناک سلوک کیا گیا۔ حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ بھٹو صاحب کی جمہوریت پسندی کے دعوے سراسر غلط اور بے بنیاد تھے، ہمارے اکابر کے منہ سے نکلی ہوئی ایک ایک بات سچ ثابت ہوئی۔ خود بھٹو صاحب کا پانچ سالہ دور بھی ان کے اعمال شنیعہ کی گواہی دے رہا ہے۔ جو قوم کے جمہوریت کش اقدامات کیے گئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، سیاسی لیڈروں پر جھوٹے مقدمات کی بھرمار، قتل و غارت گری اور غنڈہ گردی کا بازار گرم کیا گیا۔ شریفوں کی تذلیل اور رذیلوں کی حوصلہ افزائی جتنی بھٹو صاحب کے دور جبر و ظلم میں ہوئی اس سے پہلے چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

اس تمام دہشت انگیزی اور بربریت کے باوجود لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ اب انتخابات میں ووٹ کے ذریعے اس ڈکٹیٹر اور آمر سے نجات حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ قوم نے یک زبان ہو کر آمریت کے خلاف آواز بلند کی اور ووٹ کے ذریعے اپنی صحیح رائے کا اظہار کیا، مگر افسوس کہ جمہوریت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود جمہوری اقدار کو دھاندلی کر کے اس طرح پامال کیا کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

جمہوری ممالک میں جس طرح سے انتخاب کرائے جاتے ہیں اس سے ذرہ بھر مماثلت بھی ہمارے موجودہ انتخابات کو حاصل نہیں تھی۔ امریکہ میں انتخاب ہوا۔ اپوزیشن کو برابر کے مواقع فراہم کیے گئے جبکہ ہمارے یہاں ٹرسٹ کے اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن اپوزیشن کی کردار کشی اور حکمران جماعت کی مدح سرائی میں شب و روز مصروف رہے۔ ہمارے ملک کے تمام ذرائع ابلاغ ایک داشتہ کا کردار انجام دیتے رہے۔ یہی کچھ ایوب آمریت کے دوران ہوتا رہا۔ اس وقت جو شکایات بھٹو صاحب کو ایوب خان سے تھیں آج وہی شکایات پوری قوم کو بھٹو صاحب سے ہیں۔ بھٹو صاحب دعویٰ کرتے تھے کہ میں اس ملک کو صاف ستھری جمہوریت دوں گا۔ صاف ستھرا نظام دوں گا، ٹرسٹ توڑ دیا جائے گا، آزادی تحریر و تقریر کا دور ہوگا۔ مگر اب بھٹو آمریت نے ایوب آمریت کو بھی شرما کر رکھ دیا ہے۔ بھٹو کہتے تھے کہ میں عوام کی پیداوار ہوں، عوام کی حکمرانی میرے دور میں ہوگی۔ عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دینے والا آج عوام کے سامنے گولی، لاٹھی اور آنسو گیس لیکر کھڑا ہوا ہے۔

ہمارے نزدیک طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ خداوند قدوس اگر بارش نہ برسائے تو دنیا کو ایک دانہ بھی میسر نہ ہو۔ اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے وہی عزت و ذلت کا مالک ہے۔ اس دنیا میں بڑے بڑے فرعون، بڑے بڑے شداد، بڑے بڑے نمرود آئے لیکن اللہ کی طاقت کے سامنے کچھ پیش نہ چلی۔ چنگیز خان، ہلاکو، ہٹلر، مسولینی کی طاقت خدائی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اسی طرح ہمارے دور کے آمر اور ڈکٹیٹر بھی اللہ کی مدد اور نصرت کے ساتھ اہل حق کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔ اللہ تعالیٰ موجودہ حکمرانوں کی رسی ڈھیل چھوڑ کر انہیں موقع دے رہے ہیں صحیح راہ پر چلنے کا۔ خدا کی طرف سے اس ڈھیل کا بھی یہ لوگ غلط اندازہ لگا رہے ہیں، یہ اس کی پکڑ سے بے خبر ہیں، لیکن خدا کی گرفت سے یہ بداعمال حکمران نہیں بچ سکتے۔ جو شخص خدا رسول کے احکامات کو نظر انداز کر کے انا ولا غیری کا علم بلند کرتا ہے تو وہی فرعون والا حشر اس کا ہوتا ہے۔

ہم اس ملک میں اللہ اور اس کے نظام کو بالادستی دینے کے لیے میدان میں آئے ہیں یہ ممبریاں ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں ہمارے لیے یہ منبر مسجد بہت بڑا اعزاز و شرف ہے۔

خدا کا قانون ہے کہ جب قوم گمراہ ہو جاتی ہے تو اس میں تین قسم کے افراد ہوتے ہیں ایک گروہ ... دوسرے ان کو روکنے والے، تیسرے گومگو۔ صرف وہ لوگ بچتے ہیں جو گمراہوں کو خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں اور جو خاموش ہیں یا خدا کے رستے سے روکنے والے ہیں وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ نہ دنیا میں بچ سکتے ہیں نہ آخرت میں بچ سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر برائی دیکھو تو ہاتھ سے روکو، اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو زبانی جہاد کرو، اور اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو کم از کم دل سے برا جانو۔

بہر حال ہمیں اس برائی کے خلاف زبانی جہاد کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ اب اس برائی کو روکنے کی ایک ہی شکل ہے کہ قانون اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے طاقت سے ختم کر دیں۔

آپ نے فرمایا جب انسانیت کو اس طرح پامال کیا جا رہا ہو۔ جب قانون اور آئین کو حکمران بالائے طاق رکھ دیں تو آپ کا فرض ہے کہ اپنے فرائض و واجبات ادا کریں جو خدا کی طرف سے ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے انہیں پورا کریں ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مجھے اور آپ کو اپنے قائد کے حکم کی تعمیل میں ہر وہ کام کرنا چاہیے جس کا وہ انشاءاللہ فرمائیں یا حکم دیں۔

اگر چھوٹی موٹی دھاندلی ہوتی تو قومی اتحاد کے رہنما صرف نظر کر دیتے۔ لیکن اتنی بڑی دھاندلی اور ایسی شرمناک ڈھٹائی کہ بکس کے بکس بدل دیئے جائیں اور جعلی ووٹوں سے بکس بھر دیئے جائیں۔ مسلح غنڈوں کے ذریعہ دہشت گردی پھیلائی جائے اس کی نظیر پاکستان ہی نہیں دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس ملک میں بادشاہت اور ملوکیت نہیں چل سکتی۔ یہ ملک جمہوری اصولوں کے تحت حاصل کیا گیا تھا، یہاں جمہوریت ہی چل سکتی ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا یہاں صرف اسلام کا نظام نافذ ہوگا تو یہ ملک چلے گا۔ اگر خدانخواستہ یہی دھاندلیاں، یہی ظلم و ستم، یہی بے ایمانیاں اور

بھری مجلس میں بے شرمی کی باتیں کرنے کا نتیجہ

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سدوم کی بستی میں آباد تھی۔ ان میں منجملہ دیگر تباہ کن برائیوں کے ایک یہ بھی بری خصلت تھی۔ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ ط

(العنکبوت آیت ۲۹)

ترجمہ: اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو۔

حضرات مفسرین نے ان کی جن بے شرمی اور بد اخلاقی کی باتوں کی نشان دہی کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ وہ بھری مجلس اور بھرے ڈیرے میں علی الاعلان بری اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔

۲۔ علی الاعلان لواطت کرتے ہوئے نہ جھجکتے تھے اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔

۳۔ مجلس میں ریح خارج کر کے ہنستے تھے۔

۴۔ مینڈھے لڑواتے تھے۔

۵۔ مرغ لڑوانا بھی ان کا ایک شغل تھا۔

۶۔ راہ گیر جب ان کے قریب سے گزرتے تو ان پر آوازے کستے، سیٹیاں بجاتے اور ان پر کنکریاں پھینکتے۔

۷۔ مجلس میں بد تہذیبی اور بے شرمی اور ٹھٹھے مسخری کی باتیں کرتے تھے۔ (ابن کثیرؒ)

افسوس! ان کی سوسائٹی اتنی گر چکی تھی کہ اس کا کوئی فرد ان کو بری باتوں سے نہ روکتا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیم سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور گندگی اور ظلمات سے نکل کر صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی کے دستور العمل کو اپنا کر دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل نہ کیں۔ اور بڑے مزے سے گناہ کرتے رہے۔ آخر پاداش عمل کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کا رسوا کن اور تباہ کن عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستی اوپر اٹھا کر زمین پر الٹی پھینک دی۔ اور ان پر پتھر برسائے گئے۔ اس طرح ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ اور سب تباہ کر دیئے گئے۔ اور ان کی ناپاک بستی ایک کڑوی، گندی اور بدبودار پانی کی جھیل میں تبدیل کر دی گئی۔

یہ عبرت آموز واقعہ بے جا روی اور غیر شرعی اور بے شرمی کی باتوں سے روکنے کے لئے کافی ہے۔ ہمیں اپنی مجالس، سوسائٹی اور کلبوں کو غیر شرعی، خلاف تہذیب اور مخرب اخلاق امور سے پاک رکھنا چاہیئے۔ لہٰذا احتیاط برتیں کہ مندرجہ ذیل فواحشات و منکرات ان میں رونما نہ ہونے پائیں۔

۱۔ جوا (جو آج کل "رمی" کے نام سے مشہور ہے) اور ام الخبائث شراب، جو شرعاً حرام ہیں ان دونوں سے کنارہ کشی کر کے اپنا ایمان بچائیں۔

۲۔ انہیں لہو الحدیث گانے بجانے اور ناچ اور رنگ رلیوں کا مرکز نہ بنائیں۔

۳۔ مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط نہ ہونے پائے۔

۴۔ لہو و لعب، شطرنج، تاش اور لیوڈو (LUDO) کے کھیلوں سے اجتناب کیا جائے۔

۵۔ دوسروں کی عیب گوئی، غیبت اور نکتہ چینی سے مجلس کو نہ گرمایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی بے فرمان اور ظالم اقوام کی عادات کو اپنانا تو درکنار، غضب الٰہی سے تباہ شدہ بستیوں سے خوف سے روتے ہوئے گزرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔

"جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، ان کے مکانوں میں نہ جاؤ، تاکہ کہیں تم پر بھی ان جیسا عذاب نہ آ جائے۔ مگر خوف سے روتے ہوئے جا سکتے ہو۔"

(مشارق الانوار بحوالہ بخاری و مسلم)

(باقی ۱۸ پر)

ثمرات الاوراق

(مسلسل)

لاجواب انتخاب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ لاہور

بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا مگر نماز نہ چھوڑی

اکبر کے زمانہ میں عمدۃ الملک نظام الدین شہباز خاں لاہور کے نامی امیر الامراء اور اکبری دربار کے رکن اعظم اور بڑے بہادر فاتح اور نامور سپہ سالار تھے۔ اکبری دربار سے جو نت نئے احکامات جاری ہوتے۔ امراء کو چار و ناچار ان کی پابندی کرنی پڑتی۔ مثلاً ڈاڑھی منڈوانا، کان چھدوانا۔ شراب پینا، مہر میں نقطہ مرید کندہ کرانا اور اسی قسم کے بہت سے خرافات آئین دربار کا لازمہ تھے۔

لاہور کے اس بہادر خداپرست نے بایں ہمہ مراتب ان میں سے کسی ایک بات کا بھی اتباع نہ کیا اور مراسم نامشروع کے اجراء کی تعمیل میں کبھی بادشاہی احکام اور بادشاہ کی ناراضگی کی پرواہ تک نہ کی۔ المشاہیر میں بحوالہ مآثر الامراء آپ کے تدین و تقویٰ کے بہت سے واقعات درج ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

ایک دن بادشاہ شہباز خاں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے فتح پور سیکری کے تالاب پر چہل قدمی اور ہوا خوری میں مصروف تھا۔ چونکہ وقت نماز عصر کا تھا حکیم ابوالفتح اور حکیم علی گیلانی وغیرہ چند امرائے سلطانی کچھ فاصلے پر کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور باہم کہنے لگے کہ اگر آج اس شخص کی نماز قضا نہ ہوئی تو سمجھ لو کہ یہ پکا دیندار ہے۔ ورنہ ریاکار ہے۔ غرض جب ٹہلتے ٹہلتے نماز کا وقت اخیر ہونے لگا۔ تو بادشاہ کے خوف و لحاظ پر خدا کے خوف و لحاظ کو ترجیح دے کر نماز کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا قضا پڑھ لینا، وقت تنگ ہو گیا ہے۔

شہباز خاں نے جان لیا کہ بادشاہ نماز نہیں پڑھنے دے گا۔ یکایک بادشاہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور چادر بچھا کر جھٹ نیت باندھ لی۔ ناچار بادشاہ خاموش ٹہلنے لگا۔

حکیم علی گیلانی اور دوسرے ندمائے سلطانی نے نواب کی اس حیرت انگیز جرأت و جسارت پر ہزار آفرین کہی۔ نواب شہباز خاں کی شوکت و امارت اور اس کے تقرب سلطانی کو دیکھو اور پھر اس پر غور کرو کہ وہ فانی دنیا کے ان مٹ جانے والے اسباب کو ٹھوکر مار کر کس طرح خدا کی جناب میں حاضر ہوتا ہے۔ اور سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ آج کے امراء، اغنیاء پارٹیوں میں شرکت کرنے والے اور غل غپاڑوں میں نمازوں کو ضائع کرنے والے اگر اس ذی منصب مرد خدا کے طریقے کو اپنا لیں تو دنیا کا نظام تبدیل ہو سکتا ہے۔

ابو نواس شاعر اور خدا تعالیٰ کی شان غفاری

جن حضرات کو ادب عربی سے کوئی مناسبت ہے وہ اس شیریں بیان، جادو نگار شاعر کے حیرت انگیز قصائد اور اشعار سے ناواقف نہیں۔ دولت عباسیہ کا مشہور، فصیح، بلیغ شاعر ہے۔ اس کے اشعار اکثر واقعات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ وہ واقعات کے فوٹو کھینچنے میں ایک خاص مہارت رکھتا ہے۔ ۱۹۴ھ میں جب اس کی وفات ہوئی تو محمد بن نافع نے اس کو خواب میں دیکھا۔ آواز دی یا ابا نواس! آواز سن کر بولا کہ بھائی! یہ کنیت کے ساتھ پکارنے کا وقت نہیں۔ محمد بن نافع کہتے ہیں کہ میں نے نام لے کر پکارا۔ اے حسن بن ہانی! تو جواب دیا۔ ہاں کہو کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے

ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہنے لگے۔ میرے اعمال، اخلاق کا حال تو سب پر روشن ہے مگر خداوندکریم نے مجھے میرے چند اشعار کی وجہ سے بخش دیا ہے جو میں نے اپنی مرض وفات میں موت سے کچھ پہلے کہے تھے جو میرے تکیہ کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

محمد بن نافع کا بیان ہے کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو فوراً ابونواس کے گھر پہنچا اور اس کے گھر والوں سے دریافت کیا کہ کیا ہمارے بھائی ابونواس نے موت سے پہلے کچھ اشعار کہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں تو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ انہوں نے وفات سے کچھ دیر پہلے کاغذ اور قلم دوات مانگ کر کچھ لکھا تھا۔ محمد بن نافع کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے ان سے اندر جانے کی اجازت لی اور جا کر تکیہ اٹھایا اس کے نیچے سے ایک رقعہ ملا جس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

يَا رَبِّ اِنْ عَظُمَتْ ذُنُوْبِي كَثْرَةً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ عَفْوَكَ اَعْظَمُ

ترجمہ: اے پروردگار! اگر میرے گناہ کثرت سے بڑھ گئے (تو مجھے مایوس نہ ہونا چاہیے) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تیری مغفرت ان سے بھی زیادہ ہے۔

اِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمِنَ الَّذِيْ يَدْعُوْا وَيَرْجُوا الْمُجْرِمُ

ترجمہ: اگر نیک آدمی کے سوا کوئی شخص تیری رحمت کا امیدوار نہ ہو سکے تو پھر بتلایئے کہ گنہگار کس کو پکارے اور کس سے امید رکھے۔

اَدْعُوْكَ رَبِّ كَمَا اَمَرْتَ تَضَرُّعًا
فَاِذَا رَدَدْتَّ يَدِيْ فَمَنْ ذَا يَرْحَمُ

ترجمہ: اے میرے پروردگار! جیسا کہ تو نے فرمایا ہے میں تجھے عاجزی کے ساتھ پکارتا ہوں۔ پس اگر تو بھی میرے ہاتھ خالی پھیر دے تو پھر کون رحم کرے گا۔

مَا لِيْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ اِلَّا الرَّجَاءُ
وَجَمِيْلُ عَفْوِكَ ثُمَّ اِنِّيْ مُسْلِمٌ

ترجمہ: میرے لیے کوئی وسیلہ نہیں سوا امید کے اور تیری عمدہ مغفرت کے اور پھر یہ کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

سبحان اللہ! وہی شاعری جو اس کے لیے ہلاکت کا باعث تھی۔ جب خداوند تعالیٰ کا فضل ہوا تو وہی اس کے لیے باعث نجات ہو گئی۔ (حیاۃ الحیوان للدمیری)

احکام قرآنی پر تصنیفات

اسلام کے عہد کمال میں ائمہ مجتہدین اور علماء اسلام نے قرآن مجید کے فقہی اور قانونی پہلو پر غور و فکر سے پہلو تہی نہیں کی۔ بلکہ پوری نکتہ سنجی کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا ہے۔ تحریر و فن کی حیثیت سے سب سے پہلے امام شافعیؒ نے اس موضوع پر کتاب لکھی اور اس کے بعد فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب مالکی، شافعی، حنفی اور حنبلی نے اس مبحث پر کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ کشف الظنون کے حوالے سے حسب ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف کا نام	مصنف کا سال وفات
۱	احکام القرآن	حضرت امام شافعیؒ	۲۰۴ھ
۲	"	ابوالحسن علی بن حجر سعدیؒ	۲۴۴ھ
۳	"	قاضی ابواسحاق اسمٰعیل بن اسحاق ازدی البصریؒ	۲۸۲ھ
۴	"	ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد قمی حنفیؒ	۳۰۵ھ
۵	"	امام ابوجعفر طحاوی حنفیؒ	۳۲۱ھ
۶	"	ابومحمد قاسم بن اصبغ قرطبی مالکیؒ	۳۴۰ھ
۷	"	ابوبکر جصاص رازی حنفیؒ	۳۷۰ھ
۸	"	ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ	۴۵۸ھ
۹	مختصر احکام القرآن	ابومحمد مکی بن ابی طالب قیسیؒ	۴۳۷ھ
۱۰	احکام القرآن	امام ابوالحسن الہراسی شافعی بغدادیؒ	۵۰۴ھ
۱۱	"	قاضی ابوبکر ابن العربی اندلسی اشبیلی مالکیؒ	۵۴۳ھ
۱۲	"	عبدالمنعم بن محمد بن فرس الغرناطیؒ	۵۹۷ھ
۱۳	تلخیص احکام القرآن	جمال الدین احمد بن السراج القونوی حنفیؒ	۷۷۷ھ
۱۴	الاکلیل فی استنباط التنزیل۔	للامام السیوطیؒ	۹۱۳ھ
۱۵		لمولانا احمد جیون امیٹھویؒ	

۱۶ حال میں ایک عالم محمد عبدالعزیز الحکیم نے ۱۳۲۵ھ میں اس موضوع پر ایک کتاب "الفتوحات الربانیہ فی الاوامر والنواہی" عربی دو جلدوں میں تصنیف کی ہے۔ جلد اول میں اوامر قرآن اور جلد ثانی میں نواہی کا بیان ہے۔

نمائندہ خصوصی

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کی مسجد میں پاکستان قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خان کا بصیرت افروز خطاب

جناب صدر و معزز حاضرین و سامعین!

آپ جانتے ہیں کہ جب بھی اس برعظیم میں صرف پاکستان میں نہیں، برعظیم میں مسلمانوں پر کوئی ابتلاء اور آزمائش کا وقت آیا اور اس کا وہ مقابلہ کر سکے یا متحد ہوتے تو صرف اسلام کے نام پر۔ کم از کم جہاں تک میں نے پڑھا ہے، دیکھا ہے، سنا ہے اور عملی سیاست میں حصہ لیا ہے تو کوئی اہم مسئلہ ایسا نہیں جو مسلمانوں کے اتحاد سے حل نہ ہوا ہو۔ آپ دیکھیے۔ تحریک خلافت اسلام کے نام پر چلی، ہجرت کی تحریک اسلام کے نام پر چلی، پاکستان کی تحریک اسلام کے نام پر چلی، اس کے بعد تحریک ختم نبوت بھی اسلام کے نام پر چلی اور کامیاب ہوئی۔ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس برعظیم میں کوئی ایسی تحریک نہیں اٹھی جو اسلام کے نام پر نہ چلی ہو۔

"اسلام ایک ایسا نکتہ ہے جس پر تمام قوم متحد ہو سکتی ہے۔ جب بھی اس قوم پر کوئی برا وقت آیا اسلام نے اس کی دستگیری کی۔"

پر جوش نعرے:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

اس موقع پر نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ وہی نعرہ ہے جو پاکستان بناتے وقت بلند کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے لیے ہم نے باقاعدہ جنگ نہیں لڑی تھی، کسی فیلڈ مارشل نے، جنرل نے، سپہ سالار نے اور فوج نے یہ پاکستان چھین لے کر نہیں دیا، بلکہ عوام نے اپنے حقوق کی جنگ لڑی اور کامیاب ہوئے۔ یہ جنگ ووٹ کے ذریعہ لڑی گئی، بلکہ جیتی گئی۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر انگریز بھی یہی طریقہ اختیار کرتے جو بھٹو نے کیا ہے تو پاکستان نہیں بن سکتا تھا، ہرگز نہیں بن سکتا تھا۔

اکبر کہتے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

جناب!

اگر انتخابات کے بارے میں یہ طریقے اور یہ حربے وہ استعمال کرتے تو پاکستان نہ بنتا۔ پاکستان بننے کے بعد ہم نے کیا کیا؟ وہ عہد جو ہم نے پاکستان بناتے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا اس کو ہم نے فراموش کیا اسی سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوا۔ کہ وہ ملک جو اس سرزمین پر عالم اسلام کی سب سے بڑی مملکت تھی، بالآخر دو ٹکڑے ہو گئی۔ اور اس کی بھی بنیادی وجہ ہیں سنیے: ہمارے جتنے بھی مسائل سامنے آئے صوبائی تعصبات ابھرے، علاقائی مسائل نے جنم لیا، ان سب کا حل ایک ہی تھا۔ کہ

یکے دواست بہ دار الشفا میکدہ ہا
چہ ہر مرض کہ بنالے کسے شراب دہد

کوئی بھی مرض ہو اس کا علاج ایک ہی تھا کہ ہم اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لیں، اس کی آغوش میں پناہ لیں۔ اگر یہ علاج کیا جاتا تو جناب! بنگلہ دیش کا فتنہ نہ اٹھتا، سندھو دیش کا فتنہ نہ اٹھتا، صوبائی عصبیتوں کے فتنے نہ اٹھتے۔ یہ سب فتنے اپنی موت آپ مر جاتے پھر وہ قوم ملت واحدہ ہوتی اور وحدت ملی کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ ہم اسلام پر پابند رہتے اور یہاں اس ملک میں نظام شریعت کو نافذ کرتے، مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم ایسا نہ کر سکے۔

لیکن جناب!

پھر آپ نے دیکھا کہ جب سنہ ۱۹۵۸ء میں اس ملک پر آمریت مسلط کی گئی، مارشل لاء نافذ کیا گیا اور میں کہا کرتا ہوں کہ:

"جب کوئی حکمران ملک میں مارشل لا نافذ کرتا ہے تو وہ اس ملک کے عوام کی سیاسی بصیرت اور دیانت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے عوام کو محب وطن نہیں سمجھتا وہ انہیں جاہل سمجھتا ہے اور وہ انہیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ حکومت کے نظام میں شریک ہوں۔"

اس آمرانہ حکومت کے دوران یہ کوشش کی گئی کہ صرف چالیس ہزار افراد، چالیس ہزار ادھر اور چالیس ہزار ادھر۔ کل اسی ہزار اس ملک کے نظام میں شریک ہو سکتے ہیں اور باقی نہیں۔ ملک میں بسنے والے کروڑوں عوام اس قابل نہ ٹھہرے کہ ووٹ دے سکیں۔

اس نظام کے خلاف بھی ہم نے مسلسل لڑائی کی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے

تفضل و کرم سے آمریت کے خلاف جاری وہ تحریک بھی کامیاب ہوئی۔ بالآخر اسی ڈکٹیٹر کو، اس آمر کو جاری وہ دو باتیں تسلیم کرنا پڑیں جن کے لیے ہم نے تحریک چلائی تھی۔

۱۔ ایک یہ کہ اس ملک میں صدارتی نظام حکومت کی بجائے پارلیمانی نظام حکومت ہونا چاہیے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ براہِ راست انتخاب ہونا چاہیے بالواسطہ انتخاب نہیں۔

یعنی یہ نہیں کہ صرف چالیس ہزار بی ڈی ممبروں کو اس طرف اور چالیس ہزار بی ڈی ممبروں کو اس طرف کل اسی ہزار بی ڈی ممبروں کو ووٹ کا حق ہونا چاہیے اور دیگر عوام کو نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ طریقہ ملک کے عوام پر عدم اعتماد کے مترادف اور ان کے شرف کی توہین تھی۔ بالآخر ہمارے مطالبات تسلیم کیے گئے۔

اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ حکمران طبقہ کس طرف تھا۔ جس وقت ہم آمریت کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے یہ گروہ ہمارے ساتھ ہونے کے بجائے ہمارے مخالف کیمپ میں تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا ماضی اور موجودہ حکمران طبقہ کا ماضی مختلف ہے اور کوئی شخص اپنے سیاسی ماضی سے وفائی نہیں کر سکتا۔

نواب صاحب کے اس فقرے پر دادِ تحسین کے ڈونگرے برسائے گئے اور نعرے بلند کیے گئے:

نعرہ تکبیر اللہ اکبر

پاکستان قومی اتحاد زندہ باد

نوابزادہ نصراللہ خان زندہ باد

نواب صاحب نے زوردار لہجے میں کہا:

یہ ایک حقیقت ہے، ایک اٹل بات ہے

"اور جو کچھ موجودہ الیکشن میں ہوا ہے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے

یہ ان کا پرانا طریقہ ہے۔ یہ قابلِ حیرت بات نہیں ہے"

اور میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت بھٹو صاحب برسرِ اقتدار آئے اس وقت ملک کی کیا صورتِ حال تھی۔ اس وقت آدھا ملک کٹ چکا تھا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ کس کی پالیسیوں کی وجہ سے، کس کی حکمتِ عملی کی وجہ سے اور کس کی غلط منصوبہ بندیوں کی وجہ سے یہ ملک ٹوٹا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ اب ضرورت یہ تھی کہ بچے کھچے عوام کو متحد کیا جاتا۔ ان میں ایک جذبہ پیدا کیا جاتا، ایک ولولہ پیدا کیا جاتا، ایک امنگ پیدا کی جاتی، لیکن ہوا کیا کہ انگریزوں نے جو طریقہ حکومت کرنے کا اپنے لیے اختیار کیا تھا وہ اپنایا گیا کہ:

"لڑاؤ اور حکومت کرو"

اگر اجنبی حکمران ایسا کریں تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ لیکن اگر اپنوں کی حکومت یہ سوچے کہ جناب اپنوں کو آپس میں لڑانا ہے اور حکومت کرنی ہے تو بات بنتی نہیں۔ ہوا کیا کہ سندھ میں سندھیوں کو غیر سندھیوں سے لڑایا گیا۔ سندھ میں سندھیوں کو مہاجروں، پٹھانوں کو اور آباد کاروں کو لڑایا گیا۔ آپ کو یاد نہیں وہاں کیا کچھ ہوا۔ وہاں قتلِ عام ہوا۔ بستیاں اجاڑ دی گئیں۔ املاک تباہ کر دی گئیں۔ اور بربریت و شقاوت کی مثال قائم کر دی گئی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ یہیں آپ کے شہر لاہور میں موچی دروازے کے ایک جلسہ عام میں یہ طے ہوا کہ ایک وفد صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے وہاں بھیجا جائے۔ میں وہاں پہنچا۔ اس وقت پورے سندھ میں آگ لگی ہوئی تھی اور بھٹو صاحب تشریف فرما تھے راولپنڈی میں، اور جس وقت سندھ میں ہم نے دورے کا آغاز کیا تو کیا پیغام لے کر پہنچے تھے ان کو متحد کرنے کا۔ ہم نے یہ آواز بلند کی بھائیوں کو از سرِ نو متحد کیا جائے۔ بھٹو صاحب کے لیے یہ چیز ناقابلِ برداشت تھی۔

بھٹو صاحب بعد میں وہاں پہنچے اور انہوں نے کہا:

"انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ پنجاب سے اٹھ کر یہاں آ گئے"

ہم نے اپنے سندھ کے دورے میں کہا کہ جناب! ہے

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں میرا حق ہے فصلِ بہار پر

سامعین کی طرف سے بے پناہ داد اور پر جوش نعروں سے اس شعر کا خیر مقدم کیا گیا

نواب صاحب نے کہا کہ:

ہم اس ملک کے شہری ہیں۔ ہمارا اس ملک کے ایک ایک انچ پر حق ہے، ہم اس حق سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ان کی طرف سے انتشار برپا کرنے کی کوشش کی گئی، ہم نے قوم کو متحد کیا۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب اس ملک میں مظالم کی انتہا ہوگی جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور آپ جلسوں میں بھی سنتے رہے ہیں۔ مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں میں ان باتوں کو دہرانا نہیں چاہتا۔

سیاسی قتل ہوئے، اغوا ہوئے۔ اخبارات پر پابندی عاید کی گئی، ایڈیٹروں کو گرفتار کیا گیا، پبلشروں کو گرفتار کیا گیا، پرنٹروں کو گرفتار کیا گیا۔ اور سیاسی رہنماؤں کو تو اس طرح ذلیل و رسوا کیا گیا کہ انگریزوں کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اکثر جلسوں میں یہ کہا ہے کہ جن حالات کا سامنا بھٹو صاحب اور ان کے پیشروؤں کے دور میں ہمیں کرنا پڑا ہے ان حالات کا سامنا انگریزوں کے دور میں گاندھی جی اور قائد اعظم کو بھی نہیں کرنا پڑا۔

میں حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ اس وقت اپنے سیاسی مخالفین کو سرے سے مٹا دینے کی کوشش نہیں کی تھی،

انگریزوں نے اپنے سیاسی مخالفین کو گالیاں نہیں دی تھیں، ننگا نہیں کیا تھا، ذلیل نہیں کیا تھا، شرفِ انسانی کی اس طرح توہین نہیں کی تھی جس طرح اس دور میں کیا گیا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم نے ملک اور قوم کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا۔

ہم چلتے رہے۔ یہ قافلہ چلتا رہا۔ ان مشکلات کے باوجود، ان تکالیف کے باوجود، ان شدائد کے باوجود۔ اس کے ساتھ ہی نواب صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مصحفی کا شعر پڑھا:

چلی بھی جا جرسِ غنچہ کی صدا پہ نسیم
کہیں تو قافلۂ نوبہار ٹھہرے گا!!

اس شعر پہ مجمع لوٹ پوٹ ہوگیا اور سراپا داد بن گیا۔

نواب صاحب نے فرمایا:

میں بتاتا ہوں کہ ان تمام واقعات کے بعد ہم پھر متحد ہوگئے۔ کب متحد ہوئے۔ ہم اس وقت متحد ہوئے جب اس ملک کا آئین بن رہا تھا۔ ہم پر یہ الزام عاید کیا جاتا رہا کہ ہم نے تعاون نہیں کیا، یا ہم سے تعاون نہیں کیا گیا۔ بھٹو صاحب سے ہمارے شدید اختلافات تھے۔ اور اس کے باوجود بھی ہم نے یہ کوشش کی کہ اگر اس کے ہاتھوں سے بھی یہ ملک بچ سکتا ہے تو اس کے ہاتھ مضبوط کیے جائیں۔ جس وقت یہ شملہ جا رہے تھے تو ہم نے انہیں اعتماد کا ووٹ دیا تاکہ یہ وہاں حوصلے اور جرأت کے ساتھ بات کر سکے۔ اور اندرا گاندھی کے سامنے نہ جھکے۔ یہ ہماری حب الوطنی کا عملی مظاہرہ تھا اور آئین جس وقت بنا تو حزب اختلاف کی جماعتوں نے یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی شکل میں متحد ہو کر یہ کوشش کی کہ اس آئین میں اسلامی دفعات رکھی جائیں۔ اور میں آپ کو بتانا چاہوں کہ اگر ہم تعاون نہ کرتے تو وفاقی آئین نہ بنتا۔

ایک ہوتا ہے وحدانی نظام حکومت اور ایک ہوتا ہے وفاقی نظام حکومت۔ وحدانی نظام میں اکثریت جس طرح چاہے آئین بنا لیں۔ مگر وفاقی نظام حکومت میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وفاقی نظام حکومت میں جب تک ملک کے تمام صوبوں کے نمائندے شریک نہ ہوں آئین نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ ہمارے یہاں چار صوبے ہیں — بلوچستان میں پیپلز پارٹی کا ایک ممبر بھی نہیں تھا اگر حزب اختلاف تعاون نہ کرتا تو آئین نہیں بن سکتا تھا۔ اور میں خدانخواستہ نہیں عرض کر رہا ہوں کہ یہ ہماری ان حقیر کوششوں کا طفیل تھا کہ آئین میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ موجودہ آئین میں جو تھوڑی بہت اسلامی دفعات رکھی گئیں ہیں یہ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس وقت بھی انتخاد اسی لیے کیا گیا تھا کہ ملک کا آئین بنے اور آئین میں اسلامی دفعات شامل کرائی جائیں۔

اس کے بعد میں اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کہ بھٹو صاحب الیکشن کرانے پر کس طرح رضامند ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ الیکشن نہ کراتے اگر انہیں ذرہ برابر یہ تاثر ہوتا کہ اپوزیشن کی تمام جماعتیں متحد ہو جائیں گی۔ انہوں نے جتنی احتیاطی تدابیر تھیں وہ کرلی تھیں۔ انہوں نے تحریر و تقریر پہ پابندی لگائی ہوئی تھی اور مسلسل پابندی۔ ان کا خیال تھا کہ اب اپوزیشن پارٹیوں کا رابطہ عوام سے کٹ چکا ہے، مردہ ہو چکا ہے۔ یہ اس قابل ہی نہیں رہی کہ الیکشن میں اپنے امیدوار کھڑے کر سکیں۔ ہمارے ارکان کو توڑنے کی کوشش کی گئی، دباؤ کے ذریعہ، لالچ کے ذریعہ۔ اس کے بعد جب ملک میں سیاسی عمل نہ ہو، تحریر کی آزادی نہ ہو، تقریر کی آزادی نہ ہو، لوگ جیلوں میں پڑے ہوئے ہوں، ٹریبونل قائم ہوں، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے اختیار کم کر دیئے گئے ہوں۔

بھٹو صاحب کا خیال تھا کہ اب ان کا کوئی حریف باقی نہیں رہا

وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہماری جماعتیں آپس میں بٹی ہوئی ہیں۔ اور جس طرح ستّر کے الیکشن میں ہوا ایسا ہی ہوگا۔ ستر کے انتخابات میں اگرچہ اسلامی ذہن رکھنے والی جماعتوں نے اکثریت حاصل کی تھی، لیکن ہمارے ووٹوں کی تقسیم کی وجہ سے اقلیت میں ووٹ لینے والی پارٹی کامیاب ہوگئی۔

اب بھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہی ڈرامہ دہرایا جائے گا۔ جو ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا۔ یہ بھی ان کی خوش فہمی تھی، لیکن ہوا کیا؟ اس نیشنل اسمبلی توڑنے کا اعلان کیا اور ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر حزب اختلاف کی تمام جماعتیں متحد و متفق ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے متحد ہوگئیں۔ نتیجہ کیا ہوا کہ وہ قوم جو بھٹو صاحب سے بیزار ہونے کے باوجود بے حوصلہ تھی اور گھروں میں بیٹھی تھی اس اتحاد نے قوم کو یہ حوصلہ دیا کہ وہ گلیوں میں آگئی۔ سڑکوں پر نکل پڑی اور میدانوں میں کود پڑی۔!

اور اس دوران عوامی تائید کا جس طرح سے عملی مظاہرہ ہوا ہے اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا۔ میں نے جلسوں میں کہا ہے کہ میں نے اپنی ۴۵ سالہ طویل سیاسی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا جو اس مرتبہ دیکھا ہے۔ !!!!!!!!

میں نے دیکھا کہ پنجاب کے شہروں ہی میں نہیں چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی چھوٹے چھوٹے بچے جلوس نکالے پھر رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ "ہل ہمارا اپنا ہے" ہل علامت بن گئی تھی حق و صداقت کی، ہل علامت بن گئی تھی، اسلامی اقدار کی حفاظت کی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ جذبہ اس لئے پیدا ہوا کہ قوم متحد ہو گئی۔

اور ہمیشہ قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ انتخابات کے وقت جماعتیں قوم کو منشور دیتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ اگر ہم برسر اقتدار آئے تو کونسا نظام ملک میں نافذ کریں گے۔ ہم نے بھٹو کی طرح جھوٹے وعدے نہیں کئے تھے۔ نا ہی ہم نے لمبے چوڑے وعدے کئے تھے ہم نے ایک ہی وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم برسر اقتدار آئے تو اس خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کریں گے یہی ہمارا وعدہ تھا اور یہی ہمارا دعویٰ تھا۔ یہ وعدہ حکمران طبقے کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس ایک وعدے سے پوری قوم میں جذبہ پیدا ہو گیا۔

آج سب جج صاحب فرماتے ہیں کہ جناب انہوں نے خواتین کے بارے میں سخت باتیں کہیں اس لئے انہیں خواتین نے ووٹ نہیں دیئے۔ ہم نے کیا سخت باتیں کہی تھیں! ہم نے صرف یہی کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم برسر اقتدار آگئے تو ان بچیوں کے سروں پر دوپٹے اڑھا دیئے جائیں گے۔ جو برہنہ سر پھرتی ہیں۔ یہ کوئی گناہ کی بات نہیں اقبال نے کہا تھا کہ ؎

در بیا پیش آں گردوں سریر
دختر سردار طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
دخترک را چوں نبی بے پردہ دید
چادر خود پیش روئے او کشید

تو ہم نے کونسی غلط بات کہی تھی۔ ہم نے تو میاں یہی کہا تھا کہ اس ملک میں اللہ کا قانون اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نافذ کی جائے۔ اکبر نے اس لئے کہا ہے کہ ؎

[illegible]
کہ اک یہ کام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہی ہم سے قصور ہوا تھا کہ ہمارے اس پروگرام کی وجہ سے عوامی تائید کا ایک سیلاب تھا۔ جو امڈ آیا تھا۔ ایک ایک گاؤں میں لوگ ہل اٹھائے ہوئے ہمارے خیر مقدم کے لئے آئے تھے۔ اور میں نے کہا تھا۔ کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری قوم ساتھ چل رہی ہے ؎

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

پوری کائنات ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔ قوم باقی تمام نعرے اڑا چکی تھی۔ سعدی کہتے ہیں کہ ؎

دست بر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

تمام نظاموں کو چھوڑ دیجئے اور اسلام کی طرف آیئے اور

میں جانتا ہوں کہ دیہاتوں میں عورتوں نے روزے رکھے ایک ایک نماز کے ساتھ دعائیں مانگیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس جذبے کو کچلنے کی کوشش قوم کے ساتھ سب سے بڑی بے انصافی اور غداری ہے۔

اس سے زیادہ ظلم نہیں ہو سکتا۔ بھٹو صاحب سمجھتے تھے۔ کہ یہ قوم مردہ قوم ہے۔ وہ پاکستان کو قبرستان کہتے تھے۔ میں نے ان کے جواب میں کہا تھا۔ کہ قبرستان کے مجاور ہوا کرتے ہیں۔ اور وزیر اعظم نہیں ہوا کرتے۔

اگر قوم میں خودداری باقی نہ رہے۔ عزت نفس نہ ہو تو اس قوم کا وزیر اعظم کہلانا کوئی شرف کی بات نہیں ہے۔ وہ قوم جسے وہ سمجھتے تھے کہ ختم کر دی گئی۔ وہ توانائی کا مظہر بن گئی۔ زندگی کا مظہر بن گئی اور اتنی بڑی تحریک کو کسی انتخابی دھاندلی سے کچلا نہیں جا سکتا۔ ختم نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے انسانیت کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی ڈکٹیٹر، کوئی آمر سیاسی تائید کے بغیر حکومت چلا سکے۔

ہمارے متعلق کہا گیا کہ یہ تشدد پر اکساتے ہیں۔ جبکہ ہم نے ہمیشہ تشدد برداشت کیا۔ ظلم برداشت کیا۔ اس لئے نہیں کہ ہم خوف زدہ تھے۔ یا عوام کی تائید ہمیں حاصل نہیں تھی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ عدم تشدد پر کاربند رہنا بڑے حوصلے کی بات ہے۔ گولی ایک غنڈہ چلا سکتا ہے۔ ایک عورت چلا سکتی ہے۔ ایک بچہ چلا سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں آپ ریوالور اور بندوق دیدیں وہ گولی چلا دے گا۔ لیکن ایک مقصد کے لئے جان دینا بہت بڑی بات ہے۔ وہ ان لوگوں کے بس کی بات نہیں اس کے لئے نظریاتی خلوص ہونا ضروری ہے۔ یہ نظریاتی خلوص ان کے یہاں نہیں ہے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ واقعی قوم ہمارے ساتھ ہے۔ تو انہوں نے سہارا لیا جبر کا۔ تشدد کا کوئی ایک تقریر کورٹ کی جا سکتی کسی قومی اتحاد کے بھائی نے ہمیں اس نے تشدد کے لئے اکسایا ہو

ہم نے اس انتخابی مہم کو نہایت ہی پرامن اور [illegible] طریقے سے چلایا اس لئے کہ یہ تحریک اسلام کے نام پر چلائی جا رہی تھی۔

اس اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے چلائی جا رہی تھی۔ جو امن و سلامتی کا گہوارہ ہے۔ ہم نے وقار اور شائستگی کو ہر مرحلے پر برقرار رکھا۔ لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا گیا۔

ہمارے سیاسی کارکنوں کو گرفتار کرنا شروع کیا گیا۔ مختلف علاقوں میں غنڈہ گردی شروع کرائی گئی۔ اس سے بھی بات نہ بنی تو پولنگ اسٹیشنوں پر فائرنگ کرائی گئی۔ اور اس ایثار کا اس قربانی کا مظاہرہ کم دیکھنے میں آیا ہوگا۔ کہ حیدرآباد میں ہمارے لوگ گولیاں کھا کھا کر گرتے رہے اور خاک و خون میں تڑپتے رہے۔ لیکن

صفیں اسی طرح لگی رہیں۔

وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی خاطر وہ ایثار کر رہے ہیں۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

مگر اس جذبے کو یوں کچلا گیا کہ بیلٹ بکس اٹھائے گئے۔ بیلٹ پیپرز نئے چھپوائے گئے پولیس اور سیکورٹی فورس نے پولنگ ایجنٹس کو مار پیٹ کر کے نکال دیا گیا۔ خواتین ووٹرز کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ سب کچھ کیا گیا۔ اور بالآخر یہ ہوا کہ غلط نتائج کا اعلان کیا گیا۔

حضور اس طرح سے حکومتیں نہیں چلا کرتیں آپ نے دیکھا کہ ۷ مارچ کو جونہی ابتدائی نتائج کا اعلان ہوا۔ ہم آٹھ تاریخ کو ہی دس دس گھنٹے کا سفر کرنے کے بعد لاہور پہنچے ہم نے ذرا بھر توقف نہیں کیا۔ اور رات کو ہی ہم نے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور انتخابی نتائج کو تسلیم کرتے ہوئے آئندہ آنے والی اسمبلی کو قانونی اور نمائندہ اسمبلی ماننے سے انکار کر دیا۔ جس سے ہماری اپنی سیٹیں بھی خود بخود ختم ہو جاتی ہیں

بھٹو صاحب نے جس وقت کہا تھا کہ مفتی محمود حکومت نہیں چلا سکتے یہ تو وزارت چھوڑ دیا کرتے ہیں میں نے اس وقت کہا تھا۔ کہ حضور یہی ہماری اور آپ کی بنیادی سوچ کا فرق ہے کہ آپ کرسی کو ایمان کا درجہ دیتے ہیں۔ ہم نہیں دیتے۔

آپ نے دیکھا کہ جو بقیۃ السیف چند نشستیں ہمیں ملی تھیں۔ جو تلوار کی کاٹ سے جو نشستیں بچ گئیں تھیں۔ ہم نے وہ ان کے منہ پر دے ماری۔ اس پر مجمع میں نعرے بلند ہوئے۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ پاکستان قومی اتحاد زندہ باد۔ موقعہ کی مناسبت سے نواب صاحب نے برجستہ شعر پڑھا۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق کو جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے۔

میں بتاتا ہوں کہ جمہوری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں مل سکتا۔ کہ لوگ منتخب ہوئے ہوں۔ اور انہوں نے اصولوں کی خاطر حلف لینے سے پہلے اسمبلی کو ٹھکرا دیا ہو۔ یہ پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ان خاک نشینوں کو توفیق دی ہے۔ ان عاجز بندوں اور حقیر بندوں کو خدا نے اپنے خاص فضل سے یہ توفیق عنایت فرمائی۔

بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ نو پارٹیاں ہیں اکٹھی نہیں رہ سکیں گی۔ انہوں نے ہمارے اس اتحاد کو بھی اپنی پارٹی تصور کیا ہے۔ ان کی ایک پارٹی تھی۔ اور جن کو انہوں نے ٹکٹیں نہیں دیں وہ ان کے خلاف مقابلے میں کھڑے ہو گئے اس کے برعکس جب ہم نے

بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تو پورے ملک میں پاکستان قومی اتحاد کے کسی امیدوار نے کوئی بغاوت نہیں کی اور قوم نے کیا کیا کہ کراچی سے لے کر خیبر تک تمام پولنگ اسٹیشن ویران ہی ویران تھے۔

نواب صاحب نے پھر شعر پڑھ کر مجمع کو تڑپایا۔ ؎

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

اس سے بڑا ثبوت عوامی تائید کا نہیں ہو سکتا۔ جو قوم نے بائیکاٹ کر کے فراہم کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ ڈھٹائی کیا ہو سکتی ہے حکومت کی کہ اگر آج بھی وہ کہے کہ اسے حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ بائیکاٹ کے بعد آج ۱۰ مارچ کی ہڑتال دیکھئے پورے ملک میں مکمل ہڑتال ہے۔ ہم ہر مصیبت، ہر پریشانی اور ہر تکلیف کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ اصغر کہتے ہیں کہ

آلام روزگار کو آسان بنا دیا
جو غم ہوا اسے غم جاناں بنا دیا

اگر آپ اس جذبے اور حوصلے کے ساتھ چلتے رہے۔ تو تحریک یقیناً کامیاب ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کبھی کوئی ڈکٹیٹر قوم کیساتھ لڑ کر کامیاب نہیں ہو سکا۔ پوری قوم کیساتھ لڑائی نہیں لڑی جا سکتی۔ افراد کیساتھ لڑائی لڑی جا سکتی ہے۔ جماعتوں کیساتھ لڑی جا سکتی ہے۔ پوری قوم کیساتھ لڑائی نہیں لڑی جا سکتی۔ اور پھر ایسی قوم کیساتھ جس کا بچہ بچہ اسلامی جذبے سے سرشار ہو۔ حق و صداقت کے خلاف لڑنے کی بات اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

آپ یقین کیجئے کہ جس طرح قومی اتحاد نے ایک منٹ کے توقف کے بغیر پہلے فیصلے صحیح کئے ہیں۔ آئندہ بھی کرے گا۔ ہم رہیں نہ رہیں۔ لیکن ہم یقین کرتے ہیں۔ قوم کے ایک ایک فرد سے کہ ہماری گرفتاری کے بعد وہ تحریک کو اسی طرح چلاتے رہیں گے۔ جس طرح پہلے چلاتے رہے ہیں

اس موقعہ پر ایک نوجوان اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر مجمع میں اٹھ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وفور جذبات کے عالم میں کہا کہ یہ

دھاندلی نہیں ہوئی۔ بھٹو نے بہت بڑا دھاندلہ کیا ہے۔

وہ بار بار پرجوش انداز میں یہی کہتے رہے کہ یہ دھاندلہ ہے۔ دھاندلہ اور عوام جوش و خروش کیساتھ نعرے لگاتے رہے۔ ان صاحب نے کہا کہ ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے تحریک چلائیں گے۔ عوام کہتے رہے چلائیں گے۔ ضرور چلائیں گے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہا کہ جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے نہایت ہی باوقار طریقے سے اس تحریک کو آگے لیجانا ہے۔ اسلام کے نام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم باوقار طریقے سے تحریک چلائیں۔ فانی نے کہا کہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

سیّد احمد شہیدؒ

(۱۷۸۶—۱۸۳۱)

یہ ۱۸۰۴ء کا زمانہ ہے۔ رائے بریلی کا ایک نوجوان شخص شاہ عبدالعزیز کے علم اور بزرگی کا حال سنتا ہے۔ علم سیکھنے کا شوق اس کے دل میں بھرا ہوا ہے۔ اپنی غربت اور پریشانی کا بھی احساس نہ رہا۔ پاس میں کل تین پیسے تھے۔ ان سے گڑ اور چنے خریدے اور پا پیادہ دہلی روانہ ہو گیا۔

راستے میں اسے ایک فقیر مل گیا جو کئی روز سے بھوکا تھا۔ نوجوان نے اپنا ذرا بھی خیال نہ کیا اور چنے فقیر کو دے دیے۔ خود خالی ہاتھ آگے بڑھ گیا۔ پھر کیا دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص کسی سپاہی کا سامان سر پر اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ سامان کافی وزنی تھا۔ اس کے بوجھ سے بوڑھا اور کمزور آدمی جھکا جا رہا تھا۔ نوجوان سے نہ رہا گیا۔ سپاہی کو سختی سے منع کیا کہ اس بوڑھے سے سامان نہ اٹھوائے۔ اس پر سپاہی نے تنک کر جواب دیا کہ اس نے بوڑھے سے باقاعدہ مزدوری طے کرائی ہے۔

نوجوان نے اس ضعیف آدمی سے حقیقت معلوم کی۔ اس نے بتایا کہ وہ کئی دن سے بھوکا ہے اور مجبور ہو کر مزدوری کر رہا ہے۔ یہ سن کر نوجوان آگے بڑھا بوڑھے کے سر سے سامان اٹھا کر اپنے سر پر رکھا۔ سپاہی سے کہہ کر اسے پوری مزدوری دلوائی اور خود سامان اس کے گھر تک پہنچا دیا۔

دہلی پہنچ کر یہ نوجوان سیدھا شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس آیا۔ انہوں نے اتنی دور سے آنے کا سبب پوچھا نوجوان نے کہا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے آیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز اس کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے۔ فوراً ایک خادم کو کہا:

"اس نوجوان کو میرے بھائی مولوی عبدالقادر کے پاس پہنچا دو۔ ان سے کہنا اس کو غنیمت سمجھیں اور تربیت میں کوتاہی نہ کریں۔"

یہ نوجوان سید احمد شہید تھے، ہماری آزادی کے ایک مجاہد!

شاہ عبدالقادر نے سید احمد کو بڑی محبت سے اپنے پاس رکھا۔ وہ دہلی کی اکبری مسجد میں طلبا کو پڑھایا کرتے تھے اور وہیں ایک کوٹھڑی میں ساری زندگی گزار دی۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔

شاہ ولی اللہ کے علمی خاندان میں رہ کر سید احمد نے قرآن اور حدیث کی تعلیم پائی۔ فارسی زبان بھی اچھی خاصی سیکھ لی۔ انہیں وطن سے محبت کرنے کا سبق بھی وہیں ملا۔ اچھے اخلاق کی اہمیت بھی بتائی گئی۔ غرض ایک قائد میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں۔ ان سب کی تعلیم سید احمد کو دی گئی۔

جیسا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے ذکر میں بتایا گیا ہے۔ وہ انگریزوں کی آمد سے خوش نہ تھے۔ چاہتے تھے کہ عوام ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں مگر یہ مشکل کام تھا۔ اس کے لیے مجاہدوں کی ایک جماعت ضروری تھی جس کی رہنمائی فوجی قائد کر سکے۔ اس اہم کام کے لیے انہوں نے سید احمد کو بہت مناسب سمجھا۔ چنانچہ انہیں آمادہ کیا کہ وہ فوجی تربیت حاصل کریں۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ فوجی تربیت کہاں حاصل کی جائے۔ اس وقت پورے ہندوستان میں نواب امیر محمد خاں ایک اعلیٰ سپہ سالار تھا۔ اس کی نگرانی میں فنِ حرب کی تعلیم حاصل کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ سید احمد ۱۸۰۹ء میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ پہلے اپنے شہر رائے بریلی آئے۔ پھر امیر خاں کی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے بھرتی

ہو گئے۔

امیر محمد خان کی فوج میں ۸۰ ہزار جنگجو تھے۔ یہ سب جنگ کے تمام طریقے جانتے تھے۔ حتیٰ کہ یورپ کی فوج جس انداز سے لڑتی تھی انہیں یہ بھی معلوم تھا وہ جدید قسم کی توپ چلانا بھی جانتے تھے۔ سید احمد نے فن حرب کے تمام اصول سیکھ لیے۔ یہی نہیں، امیر محمد خاں کی فوج کے ساتھ کئی چھوٹی چھوٹی جنگوں میں شریک بھی ہوئے۔

پورے سات سال بعد ایک فوجی کی حیثیت سے وہ دہلی پہنچے۔ اس موقع پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے لائق بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہید اور داماد مولانا عبدالحئی کو سید احمد کی نگرانی میں دے دیا۔

دہلی میں کچھ دن رہ کر سید احمد اپنے شاگردوں کے ساتھ انقلابی دورے پر نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے میرٹھ، مظفر نگر، سہارن پور اور شمالی ہندوستان اور دوسرے شہروں کا دورہ کیا۔ پھر پٹنہ آئے۔ وہاں کافی دن ٹھہرے اور اپنا ایک مضبوط مرکز قائم کیا۔ پھر کلکتہ پہنچے۔

اس لیے سفر میں سید احمد عوام سے گلیوں میں ملے، سڑکوں پر ملاقات کی۔ مسجدوں میں جا کر ان سے بات کی، امیروں کے پاس گئے۔ غریبوں کی جھونپڑی میں پہنچے اور انہیں بتایا کہ وہ کس طرح تباہ ہو رہے ہیں۔ ان کی حکومت چھن چکی ہے ان کی آزادی ختم ہو گئی ہے۔ لہٰذا وطن کی حفاظت کے لیے اب اُٹھ کھڑے ہوں۔

یہ انقلابی دورہ نہایت کامیاب ہوا۔ سید احمد کی پُرجوش تقریروں نے ملک کے کونے کونے میں بیداری پیدا کر دی۔ آزادی کی تحریک پھیلتی چلی گئی۔ ہر جگہ کیمپ کھل گئے۔ لوگ دھڑا دھڑ بھرتی ہونے لگے۔ قومی فنڈ میں رقم دی جانے لگی۔ قیمتی زیورات جمع کیے جانے لگے۔

سید احمد نے اسی پر بس نہیں کیا۔ وہ اسلامی ملکوں سے مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کلکتہ ہی سے ۱۸۲۱ء میں مکہ روانہ ہو گئے۔ حج کرنے کے ساتھ ساتھ وہ مدد حاصل کرنے میں مصروف رہے۔ لیکن اسلامی سلطنتوں کا حال خود ہی خراب تھا۔ وہ کسی قسم کی مدد دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ آخر ڈیڑھ سال عرب میں رہ کر سید احمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ کلکتہ لوٹے۔ وہاں سے دہلی تک کا سفر پہلے کی طرح کیا۔ واپسی میں بھی ہر علاقے کے مسلمان کو پوری طرح تیار کر لیا۔

اب جہاد کا وقت آ چکا تھا مگر سوال یہ تھا کہ شروع کہاں سے کیا جائے۔ سید احمد انگریزوں کو ابھی چھیڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے کہ وہ مجاہدوں سے کہیں زیادہ مضبوط اور منظم تھے۔ ان کا قدم ہندوستان میں پوری طرح جم چکا تھا لہٰذا سید احمد کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔

موقع جلد ہی مل گیا۔ خبر ملی کہ پنجاب اور پشاور کی وادی میں سکھ مسلمانوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں وہ کھلم کھلا اسلام کی توہین کرتے ہیں، مسجدوں میں اذان دینے سے روکتے ہیں۔ سید احمد نے یہ سوچا کہ پنجاب میں سکھوں کے خلاف جہاد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح وہاں کے مسلمانوں کو ظلم سے نجات بھی مل جائے گی، ان کا علاقہ بھی آزاد کرا لیا جائے گا۔ پھر افغانوں اور پٹھانوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے خلاف جنگ کی جا سکے گی۔

اس اسکیم میں مصلحت یہ تھی کہ جہاد انگریزی سلطنت سے دور آزاد علاقے میں ہوگا اور انگریز اعتراض بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی۔ انگریزوں نے کوئی روک ٹوک نہ کی۔

جنوری ۱۸۲۶ء میں سید احمد اپنے مجاہدوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے وہ دہلی سے سیدھے پنجاب نہیں گئے۔ اس لیے کہ سکھوں کی مخالفت کا خطرہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے طویل راستہ اختیار کیا۔ گوالیار، ٹونک، راجپوتانہ اور بہاولپور ہوتے ہوئے سندھ آئے۔ یہاں میر خاندان کی طرف سے انہیں ایک ہزار روپے، ایک بندوق اور تپنچوں کی ایک جوڑی پیش کی گئی۔ سید احمد کے اہل و عیال بھی ساتھ تھے۔ ان کا پشاور جانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا ان سبھوں کو پیر کوٹ میں ٹھہرایا گیا جو خیرپور سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سید احمد کی شہادت کے بعد بھی کئی سال تک ان کے اہل و عیال پیر کوٹ میں مقیم رہے۔

سید احمد سندھ سے بلوچستان پہنچے۔ پھر وہاں سے، قندھار غزنی اور کابل کے راستے درۂ خیبر آئے۔ پھر وہاں سے پشاور

پہنچے۔ اس طول طویل سفر کا فائدہ یہ پہنچا کہ سید احمد نے راستے بھر مسلمانوں کو جہاد کے عظیم مقصد سے آگاہ کیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مجاہد ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

شروع میں مسلمانوں کو خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ اکوڑہ کے میدان میں سکھوں کو شکست ہوئی۔ پشاور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حالانکہ مجاہدوں کے مقابلہ میں سکھ فوج منظم اور جنگی سامان سے پوری طرح لیس تھی۔ اس کی تربیت یورپین سپہ سالاروں نے کی تھی۔ ان میں فرانسیسی سپہ سالار ونیٹورا بھی تھا۔ یہ نپولین کی فوج میں کام کر چکا تھا۔ مگر اسے بھی ایک مقام پر سید احمد نے شکست دی تھی۔

رنجیت سنگھ نے جب یہ نقشہ دیکھا تو جوڑ توڑ شروع کر دی۔ وہ قبائلی سرداروں کو مجاہدوں سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افغانوں نے عین حالت جنگ میں سید احمد سے غداری کی۔

مسلمان سرداروں کی بے رخی سے بددل ہو کر سید احمد نے پشاور کا علاقہ چھوڑ دیا اور بالاکوٹ کو اپنا مرکز بنا لیا یہ علاقہ شمال مغربی سرحد پر وادی کاغان کے جنوب میں واقع ہے۔ اونچے اونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا یہ مقام تین طرف سے بالکل محفوظ تھا اس لیے ادھر سے بیرونی حملے کا خطرہ نہ تھا بقیہ راستے پر حفاظتی دستہ تعینات کر دیا گیا۔ البتہ اس وادی میں آنے کا ایک راستہ ایسا تھا جو ناہموار اور جھاڑ جھنکاڑ سے پُر تھا لہٰذا وہاں پر حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ ویسے اس خفیہ راستے سے کوئی واقف بھی نہ تھا۔

افغان، پہلے ہی سے بدظن تھے۔ انہوں نے سکھوں کو مجاہدوں کے اس ٹھکانے سے باخبر کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے جنرل شیر سنگھ کی قیادت میں بہت بڑی فوج بھیجی۔ اس نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا وہ تعداد میں دشمنوں سے کم تھے لیکن بڑی بہادری سے لڑے۔

چونکہ یہ حملہ مسلمانوں پر بے خبری میں کیا گیا تھا۔ دوسرے سکھ سامان جنگ سے پوری طرح لیس تھے۔ پھر انہیں مقامی باشندوں کی مدد بھی حاصل تھی۔ اس لیے مسلمان مجاہد زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے۔ سکھ غالب آ گئے چھ سو مجاہدین شہید ہوئے۔ ان میں سید احمد شہید اور شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید بھی تھے۔

۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں مجاہدین گرچہ شکست کھا گئے لیکن اس خاک سے جو چنگاری روشن ہوئی اس نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لہر دوڑا دی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک سو سولہ سال بعد اسی بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم نہایت آن بان کے ساتھ لہرا اٹھا۔

بقیہ: بھری مجلس میں .....

نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ مجھے بڑا خوف اپنی امت کے متعلق قوم لوط کا ہے۔ (یعنی اغلام بازی کا)

(ایضاً بحوالہ ابوداؤد)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حرملہ عنبری رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ:

تقویٰ اختیار کرو۔ اور جب تم کسی مجلس سے اٹھو، اور اس مجلس میں ایسی باتیں سنو جو تم کو اچھی معلوم ہوں تو تم پھر اس مجلس میں آؤ۔ ورنہ اسے ترک کر دو۔

(طبقات ابن سعد حصہ ہفتم)

حضرت مسروق بن اجدعؒ کا قول ہے کہ "انسان کی بود و باش ایسی مجلس میں ہونی چاہیئے جس میں بیٹھنے سے اسے اپنے گناہ یاد آئیں اور وہ گناہوں سے توبہ و استغفار کرنے والا ہو۔

(ایضاً حصہ ششم)

حضرت سعدؓ کا قول ہے کہ: "میں ہر اس مجلس میں شریک ہوتا ہوں، جس میں قرآن کریم کا درس و تدریس ہو (ایضاً)

حضرت ابو قلابہؒ کا مقولہ بھی یاد رہے کہ "ہوا پرستوں کی مجلسوں میں نہ بیٹھو۔ اور ان سے بحث نہ کرو۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ کہیں وہ اپنی گمراہی سے تمہیں نہ لے ڈوبیں اور جو (دین برحق کی) باتیں تمہیں معلوم ہوں۔ ان کے بارے میں تذبذب میں نہ ڈال دیں۔

(ایضاً حصہ ہفتم)

اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا کرے۔ اور بری مجالس سے بچائے۔

کافر، ظالم، فاسق ــ کون ؟

(خدا کرے کوئی نہ ہو)

کیا آپ جانتے ہیں ؟

ہر انسان دنیا میں کامیابی کا خواہاں اور ہر قوم ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ ان مقاصد کے لیے مشہور و معروف شخصیتوں کی سوانح اور ترقی یافتہ اقوام کی تواریخ پڑھی جاتی ہیں۔ دنیائے کفر کی بیشتر مشہور شخصیات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے استفادہ حاصل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ مگر افسوس! صد افسوس! ہم مسلمان ہونے کے باوجود ساری کائنات کے خالق، احکم الحاکمین، ذوالعزت والعظمت والقدرت کی نازل کردہ کتاب اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے کامیابی کا راز دریافت نہیں کرتے۔ ارشادِ ربانی تو یہ ہے۔ "جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی پس اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔" (سبا: ۷۱)

عظیم کامیابی کا راز

قرآن کی رُو سے دنیا و آخرت کی انفرادی و اجتماعی عظیم کامیابی، ترقی، خوشحالی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ہم نے یہ اقرار کیا ہے کہ کوئی خالق نہیں سوائے اللہ کے، کوئی شہنشاہ، قادرِ مطلق، نافع، رازق اور معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ ہم صرف اسی کی عبادت اور اطاعت کریں گے۔ اللہ کے احکام کی اطاعت میں دنیا اور آخرت کی سب نعمتوں کی عطا ہے اور نافرمانی میں ہر دو جگہ کا عذاب ہے۔ اس اصول پر یقین محکم رکھنا مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہے۔

ملکی ترقی، مالی حالت کی بہتری، مہنگائی سے نجات، پُرامن فضا، خوش حال زندگی، بیرونی قوتوں کے خوف سے بے پرواہی اور عزت و وقار کا دار و مدار صرف اور صرف اللہ کی عظمت کو دلوں میں پیدا کر کے خالص دینی جذبے کے ساتھ اللہ کے احکام کی اطاعت حتی المقدور کرنے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق اور امرِ کائنات ہیں! جس طرح اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے خالق، مالک، شہنشاہ اور قادرِ مطلق ہیں۔ اسی طرح امرِ کائنات بھی ہیں یعنی جس نے اس عالم کو بنایا وہی اس کارخانۂ عالم کو چلانے والے بھی ہیں۔ صرف اسی رب العزت کے بنائے ہوئے اصول و احکام سے کائنات چلائی جا سکتی ہے ورنہ یہ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ فتنے، فساد، بدامنی، ظلم اور خوف کی فضا برپا ہو گی۔ ہر اس شخص، قوم یا حکومت پر جو اللہ پر ایمان رکھنے پر ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ اپنا نظامِ حیات و حکومت خدا تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکام اور اصولوں کے مطابق چلائے۔ ارشاداتِ ربانی یہ ہیں:-

۱۔ "خبردار ہو جاؤ اسی (اللہ تعالیٰ) کے لیے عالم کی تخلیق اور اسی کے لیے احکام کا نازل کرنا ہے، بڑی برکت والے ہیں جو پرورش کرنے (یعنی ترقی دینے) والے ہیں تمام جہانوں کے۔"

"حاکمیت صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ (الانعام: ۵۷)

جہالت کے قانون

دوسرے مذاہب کو باطل قرار دیتے ہوئے جیسے ہر مسلمان کو عبادات اور عقاید میں خدا کے تمام احکام پہ ایمان لانا لازم ہے اسی طرح معاشرت اور نظامِ مملکت میں اللہ کے احکام و قوانین کو مکمل، جامع اور مؤثر سمجھتے ہوئے ان پر بھی ایمان لانا اور نافذ کرنا ضروری ہے۔ یہی ہمارا ایمانی تقاضہ ہے۔ اس کائنات کے نظام کو چلانے کے لیے خالقِ کائنات سے بہتر

اصول، احکام اور قوانین بنانا ممکن ہی نہیں ہے۔ حدود اللہ کے اجراء کے بغیر اصلاح معاشرہ، انصاف انسداد خون ریزی، حقوق کی ادائیگی اور انصاف ممکن ہی نہیں۔ اس کے مقابلے میں دنیا کا کوئی قانون ذرہ برابر حیثیت نہیں رکھتا۔ مخلوق کی خالق کے مقابلے میں کیا ہستی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو "جہالت کے قانون" قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"یہ لوگ جہالت کے احکام و قوانین چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ (کے احکام) سے بہتر کون ہو سکتا ہے احکام دینے کے لیے اس قوم کے لیے جو یقین (یعنی ایمان) رکھے۔" (المائدہ: ۵۰) یعنی اللہ کے قوانین سے بہتر کسی کے قوانین ہو ہی نہیں سکتے۔

اسلام ماڈرن مذہب ہے

غیر مسلموں کا یہ پروپیگنڈا کہ اسلام کے اصول بوسیدہ ہیں اور وہ رجعت پسند ہے۔ صریح جھوٹ اور سازش پر مبنی ہے۔

قرآن آخری خدائی کتاب ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول ہیں۔ اس لیے اسلام سب سے آخری یعنی جدید اور سب سے زیادہ مہذب مذہب ہے صحیح مسلمان سب سے زیادہ ترقی یافتہ، قوت آفریں (DYNAMIC) انسان ہے۔ اسلامی اصول و احکام ہمیشہ ہمیشہ ماڈرن رہیں گے۔ کیونکہ اس کے بعد خدائی احکام کبھی نازل نہ ہوں گے۔ وہ سب انسانوں کے لیے، سب زمانوں کے لیے، سب تہذیبوں کے لیے، ترقی اور غیر ترقی یافتہ سب ممالک کے لیے یکساں ہیں۔ تا قیامت ان میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ خدائی احکام کے جامع اور برتر ہونے کا یہی بڑا ثبوت ہے۔ مسلمان کو معذرتانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ فخر کرنے پر حق بجانب ہے۔ جہالت کے احکام و قوانین ملک کو ترقی اور حکومت کو مستحکم کرنے سے عاری ہیں بلکہ حکومت کو ضعف پہنچانے اور ملک کو ہلاکت میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔

عیسائی مذہب عملاً مفقود ہے۔ مغربی ممالک میں اکثریت عیسائی مذہب کی ہے۔ عیسائیت میں عریانی، برہنہ ناچ دگانے، شراب نوشی، بدکاری وغیرہ کی اجازت نہیں ہے مگر مغربی ممالک نے مذہب کو ترک کر دیا۔ ان قبیح گناہوں پر کوئی قانونی گرفت نہ کی اور ان کو جرم قرار نہ دیا۔ نتیجۃً لوگ نفس پرست اور شیطان پرست ہو گئے۔ عریانی، شراب نوشی، بدکاری عام پھیل کر معمول زندگی بن گئی معاشرہ شرمناک حد تک اتنا پراگندہ ہو گیا ہے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے اور اب اصلاح ممکن نظر نہیں آتی۔ مغربی ممالک میں عیسائیت مفلوج ہو چکی ہے اور عملاً ان کا کوئی مذہب نہیں۔

کیا ہم بھی دین کو اس طرح مفلوج کرنا چاہتے ہیں؟

مسلمان انگریز کے بنائے ہوئے یا دوسرے قوانین کیسے اپنا سکتا ہے جن میں کبیرہ گناہوں کی کوئی سزا ہی نہیں حالانکہ اسلام میں بدکاری، شراب نوشی اور جوا، بت پرستی اور شرک کے مانند کافرانہ فعل ہیں۔ جن کے دوران ایمان جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ مسلمان کے لیے ان جرائم کا قلع قمع کرنا لازم ہے۔ اسلام نے ان گناہوں کی بیخ کنی کے لیے حدود اللہ جاری کیے ہیں۔ اسلامی ممالک میں غیر شرعی قوانین ایک دن بھی جاری نہیں رکھے جا سکتے کجایکہ وہ دو تہائی صدی نافذ رہیں۔ سادہ لوح مسلمان کو اس گمراہی کی شدت کا احساس ہی نہیں دلایا گیا۔

کافر، ظالم اور فاسق کون ہے؟

قرآن نے شرعی احکام و قوانین کے نافذ نہ کرنے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق کہا ہے۔ مسلمان ہرگز اس کا مصداق بننے کو تیار نہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی گنہگار، بے علم اور مفلس کیوں نہ ہو۔ مومن پر اس تنبیہ سے لرزہ طاری ہوتا ہے۔ پھر بھلا قرآنی احکام و حدود کے اجراء سے آج تک کی غفلت سے ہم غضب الٰہی کو دعوت نہیں دے رہے؟ ذرا سوچیے!

ارشادات ربانی یہ ہیں:

۱۔ "اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو بے شک ایسے سب لوگ کافر ہیں" (مائدہ ۴۴)

۲۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو بے شک ایسے سب لوگ ظالم ہیں۔ (مائدہ ۴۵)

۳۔ "اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو بے شک ایسے لوگ فاسق ہیں۔" (مائدہ ۴۷)

قرآنی احکام و قوانین کے اجراء سے لاپرواہی، ٹال مٹول کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس کا کرنا یا نہ کرنا ایک جیسا ہو۔ بلکہ شرعی قوانین کو نافذ کرنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا جزو ایمان ہے اور ان کا انکار کرنا کفر تک پہنچاتا ہے۔ اس لیے ان کے اقرار اور عمل نہ کرنے والوں کو قرآن نے کافر کہا ہے۔

کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کے قوانین ہی دنیا کے واسطے انصاف اور امن و عافیت کے ضامن ہیں۔ اس لیے ان کو نظر انداز کرنے سے انصاف ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ کے قوانین پر صریحاً عمل نہ کرنا ظلم کرنا ہے اور قرآن کی رو سے ایسے لوگ ظالم ہیں۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدول احکام کو فسق قرار دیا ہے کیونکہ کرۂ زمین پر خالق کائنات ہی کی حاکمیت ہے۔ اس لیے رب العزت کے قوانین ترک کر کے دوسرے قوانین جاری رکھنا اور ان پر عمل کرنا اور کروانا اللہ کی اطاعت سے خروج اور اس سے بغاوت ہے۔

پاکستان میں ہندوستان کے قوانین!

اگر کوئی پاکستان میں یا اس کے کسی حصے پر ہندوستان کے قوانین عارضی طور پر جاری کرے اور کروائے تو کیا وہ باغی تصور نہ ہوگا؟ کیا اس پر ہر طرف سے لعن طعن اور پاکستان کی حکومت کا قہر نہ ہوگا؟ کیا وہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالے گا؟ کیا وہ کامیاب ہوگا؟ بھلا اللہ کی زمین پر اس کے احکام کے نفاذ سے فرار بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ کی زمین پر اس کے سوا کسی اور کے قوانین جاری رہ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ ملک اسلامی ہو۔ اور اس کے باشندے ایمان کے دعوے دار اور مسلمان ہوں۔ جیسے عبادات، نماز روزہ وغیرہ کو ساقط نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حدود اللہ کے نفاذ کو کوئی مؤخر، معطل یا ساقط نہیں کر سکتا۔

اللہ کے قوانین قیامت تک کے لیے نافذ ہو چکے ہیں اور رہیں گے۔ یہ کسی ملک کے آئین میں شمولیت کے محتاج نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ:

ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟

اگر مسلمان ہیں تو ہمیں ان کو لازماً اپنانا ہے اور فوراً۔

ملک و قوم کی بقا

ہمیں بڑا خدشہ ہے کہ جب کوئی قوم عملاً اللہ کے دین اور اس کے واضح احکام کو چھوڑ دیتی ہے تو اس کو بقا نہیں ہے۔ یہ خدا کی سنت ہے قرآن اور تواریخ عالم اس کی گواہ ہے۔

ارشاد ربانی یہ ہے:۔

۱۔ "اے ایمان والو! جو (قوم) تم میں سے اللہ کے دین (یعنی اس کے احکام) کو ترک کر دے گی۔ پس بہت جلد اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو لے آئیں گے۔ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے۔ اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہو گی، مومنوں کے ساتھ مہربان ہو گی اور کافروں کے ساتھ سخت ہو گی۔" (المائدہ ۵۴)

اللہ کے احکام بالکل واضح ہیں کہ جو قوم یا حکومت اللہ کے دین اور احکام کو پس پشت ڈال دیتی ہے اپنے اعمال اور کردار سے اللہ کی تعظیم اور محبت کا ثبوت نہیں دیتی بلکہ عملاً شرعی اصولوں کو پامال کر دیتی ہے۔ رجحانات کو ختم کرنے کے لیے اپنا خزانہ، مشینری، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ استعمال کرتی ہے۔ ایسی قوم کو بقا نہیں ہے۔ اس کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ بہت جلد دوسری قوم یا حکومت لے آتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ ایسی تبدیلی عموماً قوم پر عذاب لاتی ہے اور اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ دعا ہے کہ خدا ایسا نہ کرے۔ دنیا کے تقریباً سو کروڑ اور پاکستان کے چھ کروڑ مسلمانوں میں کتنے مسلمان اپنی عبادات، معاملات اور افعال پر نظر رکھتے ہوئے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے اور انہیں اللہ سے سچی محبت ہے۔ ظاہراً تو قوم کی کثرت کو نوٹ اور ووٹ سے محبت ہے اور دن رات اسی مقصود کو مدنظر رکھتے ہوئے پلیننگ کرتی ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا اندازہ غلط ہو اور اللہ کی رضا زندگی کا

اور نظامِ مملکت کا مقصود ہو۔

گزشتہ قومیں کمزور اور نااہل نہ تھیں

افسوس ہے کہ اکثر حکمران اور نافرمان قومیں اپنے آپ کو زمانے کی عظیم سیاست دان، صاحبِ حکمت اور طاقتور سمجھتی ہیں۔ اور گزشتہ حکمرانوں کی کامیابی اور ہلاکت کو ان کی نااہلیت اور غلطیوں کا نتیجہ سمجھتی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح کر دیا ہے کہ وہ قومیں کمزور یا نااہل نہ تھیں بلکہ تم سے بہت زیادہ قوت والی تھیں۔ مگر جب اللہ نے نافرمانیوں کے سبب ان کو ہلاک کرنا چاہا تو ان کی کوئی حکمت کام نہ آئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

"ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو (نافرمانی کے سبب) ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی جو تم کو نہیں دی" (الانعام: ۶)



بقیہ: ہم خاک نشینوں کی......

قائدہ دامنِ ضبط سے شعلۂ غم کی داد دے برق کی وضع پہ رہ جا بندۂ اضطراب سے ہم وہ بجلیاں نہیں چاہتے۔ جو چمکیں اور اس کے بعد ختم ہو جائیں۔ ہم ایسی چنگاریاں چاہتے ہیں۔ جو سلگتی رہیں۔ اور اس خرمنِ باطل کو ہمیشہ کے لئے جلا کر راکھ کر دیں۔ جہاں تک ہمارے حق میں فیصلے کا تعلق ہے۔ تو قوم نے پہلا فیصلہ جلسے اور جلوسوں کی شکل میں دیا تھا۔ دوسرا فیصلہ پولنگ اسٹیشنوں پر دیا گیا۔ جس کو تاریخی سازش کیساتھ تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیسرا فیصلہ قوم نے صوبائی اسمبلی کے پولنگ اسٹیشنوں کی ویرانی کی صورت میں دیا۔ اور اب چوتھا فیصلہ قوم کی طرف سے ملک کی ہڑتال کی صورت میں دیا گیا ہے۔ اور ان واضح فیصلوں کے بعد قوم کی منشاء کے خلاف کسی شخص کو حکومت کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم نے اپنا حق واپس لینا ہے۔ اور آپ کے تعاون سے لینا ہے۔

یہ جنگ اس ملک میں عوام کے بنیادی حقوق کی بازیابی اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اس میں کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہے۔

بقیہ: تقریر مولانا عبید اللہ انور

انہوں نے سیاسیات کے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری کی صحبت سے مستفید ہوئے ہیں، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علیؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اعاظم رجال کا دور دیکھا ہے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کا علم جھکنے نہیں دیا۔ تم کیا اور تمہارے اعوان و انصار کیا تمہارے بڑے تو ہمیشہ انگریز کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرتے رہے۔ تمہارے والد انگریزوں کے خطاب یافتہ اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف کام کرتے رہے۔ ہمارے اکابر اس وقت بھی انگریز کے غدار تھے آج بھی انگریز کی معنوی اولاد کے غدار ہیں۔ کل بھی ہمارے اکابر خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار تھے آج بھی وفادار ہیں ہمیں اپنی وفاداریوں کے لیے تم سے کوئی سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تاریخ بتائے گی کہ کون کس کا وفادار تھا اور کون کس کا غدار؟

میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ملک بے بہا قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا، اس میں خدا اور رسول کے باغیوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے پانچ سال تک صبر کیا لیکن تم نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ اب ہم سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی اور تمہیں بھاگنا پڑے گا۔

واٰخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

عربی قرآن مجید کی زبان

* از [illegible] *

عربی زبان کے ساتھ ہمارا تعلق دین کے رشتے سے ہے محض ایک زبان کے اعتبار سے نہیں۔ بلاشبہ عربی فصاحت و بلاغت اور اعجاز و ایجاز کلام میں اپنی مثال آپ ہے لیکن اس زبان سے ہماری محبت فقط اس کی فصاحت و بلاغت یا دوسری خوبیوں کے لحاظ سے نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ کے آخری کلام قرآن مجید کی زبان ہے ہادی برحق، ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی زبان ہے، اس طرح ہماری دینی زبان ہے۔

دینی زبان

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عربی ہماری دینی زبان ہے تو اس سے ہمارا مدعا یہ نہیں ہوتا کہ دوسری تمام زبانیں غیر اسلامی یا لادینی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زبان جو دینی مقاصد کو پورا کرے اور جس زبان سے اسلام کی ترجمانی ہوتی ہو وہ اسلامی اور دینی بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ کلام اور زبان جو دین کے خلاف ہو وہ لادینی اور غیر اسلامی ہے۔

عربی کو ہم دینی زبان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری کلام کی ترجمان ہے۔ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زبان ہے۔ اسلامی فقہ، علم الکلام، علم العقائد، اسماء الرجال، تاریخ اسلام اور اسلام سے متعلق دوسرے متعلقہ علوم کی امین ہے۔ اس زبان میں اسلامی ادب کا بے بہا گنجینہ موجود ہے۔ اور اسلامی علوم کا بیش بہا خزینہ محفوظ ہے۔ لہٰذا اس زبان کے مقدس اور بابرکت ہونے میں شک کا کونسا مقام ہے؟ اس صورت میں ہم زبان سے کیسے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ عربی زبان کو چھوڑ کر ہم نہ صرف اپنے اسلاف کے ورثہ سے محروم ہو جائیں گے، بلکہ اپنے دین کے سرچشموں سے بھی دور ہو جائیں گے۔

> اور ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا، پس ہے کوئی سمجھنے والا؟
>
> (سورۂ قمر)

قرآن کی زبان

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا، اللہ جلّ شانہٗ نے اس حقیقت باہرہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ ایک دو بار نہیں، دس مختلف آیات میں، مختلف طریقوں سے دہرایا ہے۔ اور بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ عربی ایک واضح اور روشن زبان ہے۔ اس میں کجی اور اینچ پیچ نہیں، اس کا انداز بیان غیر مبہم ہے۔ اور اس کے معانی روشن ہیں۔ ارشاد ہے کہ:

۱۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۂ یوسف ۱۲:۲) (وطٰہٰ ۲۰: ۱۱۳)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے اسے نازل کیا قرآن عربی زبان میں، تاکہ تم سمجھ لو۔

دوسری جگہ اس بات کو یوں فرمایا۔

۲۔ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۂ زخرف: ۴۳: ۳)

ترجمہ :۔ "بے شک ہم نے قرآن کو عربی بنایا، تاکہ تم سمجھ لو۔"

پھر اس مفہوم کو یوں دہرایا :۔

۳۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ۔
(سورہ شوریٰ ۴۲ : ۷)

ترجمہ :۔ "اور اس طرح ہم نے تمہاری طرف وحی کیا قرآن عربی میں"

ایک دوسری جگہ فرمایا :۔

۴۔ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (سورہ رعد ۱۳ : ۳۷)

ترجمہ : "اور اس طرح ہم نے اسے نازل کیا حکم عربی زبان میں"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے کہ ہم نے اپنے آخری کلام کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ اور اس زبان کی تخصیص اس لئے ہوتی ہے کہ بندوں کو کلام اللہ پر غور و فکر میں آسانی ہو۔ اور وہ بہ آسانی اسے سمجھ لیں۔

اب ہم مزید چند آیات نقل کرتے ہیں جن میں کلام اللہ کی زبان عربی کے اعجاز و کمال کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :۔

۵۔ وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (سورۃ النحل ۱۶ : ۱۰۳)

ترجمہ :۔ "اور یہ عربی زبان روشن ہے۔"

اس کے بعد فرمایا :۔

۶۔ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
(سورۃ حم السجدہ ۴۱ : ۳)

ترجمہ : "ایک کتاب ہے جس کی آیات جدا جدا ہیں۔ قرآن عربی زبان میں ہے سمجھ والے لوگوں کے لئے۔"

پھر ارشاد فرمایا :۔

۷۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ (احقاف ۴۶ : ۱۲)

ترجمہ :۔ "اور یہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے، عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈراتے اور خوش خبری دے نیکی کرنے والوں کو۔"

۸۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (سورۂ زمر ۳۹ : ۲۸)

ترجمہ :۔ "قرآن عربی زبان میں ہے، ہر کجی کے بغیر ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

> "اور یہ کتاب تصدیق کرنیوالی ہے۔ عربی زبان میں ہے — تاکہ ظالموں کو ڈراتے — اور خوش خبری دے نیکی کرنے والوں کو"

کلام اللہ کے ان ارشادات کو پڑھ کر ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ عربی زبان جانے بغیر قرآن فہمی اور اسلام کی ترجمانی کا دعوےٰ نہیں ہو سکتا۔ جو شخص عربی زبان سے ناآشنا ہے، وہ نہ کلام الٰہی کو سمجھ سکتا ہے، نہ اپنی زندگی کے لئے ہدایت ربانی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کوئی دیدہ دلیر عربی زبان میں مہارت نہیں رکھتا اور کلام پاک کی تشریح و تفسیر کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ ایک ایسی منطق ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ اور ایسی زیادتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔

دنیا کی کوئی عدالت ایسے شخص کو وکالت کے فرائض انجام دینے کی اجازت نہیں دیتی جو قانون دانی کی سند نہیں رکھتا جس نے قانون پڑھا نہیں۔ اور کسی ماہر قانون سے اس کی تصدیق حاصل نہیں کی۔ اسی طرح دنیا کا کوئی آئین علم الاجسام سے ناواقف کسی عطائی کو انسانی صحت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتا، لہٰذا لازم ہے کہ ہم کلام اللہ کی زبان سیکھیں تاکہ اس کے معارف کو پہچانیں۔ اور اس کی حکمتوں کو جانیں۔ اور جو لوگ قرآن و حدیث کی زبان کو نہیں جانتے، انہیں تفسیر بالرائے سے گریز کرنا چاہیے۔ دین میں اپنی من مرضی چلانے سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے فتنے کھڑے ہوتے ہیں اور ملت میں اختلاف و افتراق کی بنیاد پڑتی ہے۔

آسان عربی زبان

عربی زبان کے بارے میں ہمارے دشمنوں نے

یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ بہت مشکل زبان ہے۔ انہوں نے اس بات کو اس قدر شہرت دی، اور اتنی بار دہرایا کہ اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ واقعی عربی بے حد دشوار ہے اور اس کا سیکھنا آسان نہیں، خود مسلمانوں کے اندر اس غلط فہمی کی وجہ محض ناواقفیت اور بے بنیاد پروپیگنڈہ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ناظرہ قرآن تو پڑھا، لیکن عربی کو بحیثیت ایک زبان کے سیکھنے کی کوشش نہ کی۔ اگر وہ عربی سیکھنے کے لئے تھوڑا سا وقت بھی لگاتے تو ہرگز اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔

عربی بے حد آسان ہے، حد درجہ قریب الفہم ہے۔ وہ انتہائی سہل الحصول زبان ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اپنی بے خبری کے سبب آسان کا نام مشکل رکھ لیں۔ اور سہل کو دشوار کہنا شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اس کی تفہیم کے بارہ میں فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورۃ قمر ۵۴: ۱۷ و ۲۲ و ۳۲ و ۴۰)

ترجمہ: اور ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ پس ہے کوئی سمجھنے والا؟“

ایک ہی سورۃ میں یہ آیت چار بار دہرائی گئی ہے۔ اس تکرار سے اعلانِ خداوندی کے باوجود اگر کوئی شخص قرآن حکیم اور اس کی زبان کو مشکل کہے تو یہ ایک بے بنیاد الزام کے سوا کچھ نہیں۔

اس حقیقت کے ثبوت کے لئے نہ علمی مباحث میں الجھنے کی ضرورت ہے نہ دور از کار شواہد پیش کرنے کی حاجت ہے قرآن مجید کی پہلی سورۃ الفاتحہ پر ہی نظر ڈال لیجئے اس سورۃ کی آیات سات ہیں۔ جو پچیس لفظوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ۱۲ لفظ تو جوں کے توں ہم روزمرہ اپنی بول چال میں استعمال کرتے ہیں مثلاً پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حمد۔ اللہ۔ رب۔ عالم اور دوسری آیت کے دونوں لفظ رحمٰن اور رحیم۔ اسی طرح تیسری آیت مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے تینوں لفظ مالک۔ یوم اور دین اردو میں مستعمل ہیں آخری چار آیات میں ہدایت۔ صراط۔ مستقیم۔ غیر ایسے لفظ ہیں جو ہمارے روزمرہ کا حصہ ہیں۔

یہ تو پہلی سورت تھی۔ کلام پاک کی آخری سورۃ کو لیجئے۔ سورۃ ”والناس“ بیس لفظوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے رب ملک۔ الٰہ۔ شر۔ وسوسہ۔ خناس اور جن ہم روز گفتگو میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ الناس کا بصورتِ انسان اور لفظ صدور کا استعمال بصورت صدر اردو میں عام ہے۔

اس کے باوجود اگر ہم عربی کو ایک نامانوس اور دشوار زبان سمجھیں تو آسان اور کونسی زبان ہے۔ کیا وہ انگریزی جس سے ہمارا نہ کوئی تہذیبی رشتہ ہے۔ نہ دینی علاقہ ہے۔ جس کا تلفظ ہجا اور املا ہر بات ہمارے لئے اجنبی اور نامانوس ہے۔

عربی کی جامعیت

عربی دنیا کی وہ منفرد زبان ہے جو اپنے قواعد (گرامر) کے اعتبار سے بھی تلفظ اور ہجا کے اعتبار سے بھی ایک کامل اور مکمل زبان ہے۔ اس کا کوئی لفظ بھی خلاف قاعدہ نہ لکھا جا سکتا ہے نہ پڑھا جا سکتا ہے۔ ہر اسم اور ہر فعل کے لئے قاعدہ و قانون مقرر ہے۔ اگر کوئی لفظ مقررہ قواعد کے خلاف استعمال ہوتا ہے تو اس کے استثنا کے بھی ضابطے موجود ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریر و تحریر میں غلطی کا امکان نہیں رہتا اور معانی کے تعین میں کوئی ٹھوکر نہیں لگتی۔

عربی زبان کی جامعیت اور اختصار کا یہ عالم ہے کہ بڑے سے بڑے مفہوم کو چند لفظوں میں نہیں بلکہ چند حروف میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت کی وضاحت کے لئے ہم صرف دو ایک مثالیں پیش کرتے ہیں۔

اردو کا فقرہ ہے۔ ”انہوں نے ہمیں پانی پلایا“۔ اس فقرہ میں پانچ لفظ ہیں جو بیس حروف پر مشتمل ہے اگر اس مفہوم کو انگریزی میں ادا کرنا چاہیں تو یہاں بھی پانچ بلکہ چند لفظ درکار ہوں گے۔ لیکن عربی میں صرف سَقَوْنَا مَاءً کہہ دینا کافی ہے۔

آپ اپنے مخاطب کو یہ کہنا چاہتے ہیں ”کیا تم بدلنا چاہتے ہو؟“ اردو میں اتنی سی بات کے لئے پانچ لفظوں کی ضرورت پڑی۔ عربی میں صرف ایک لفظ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ کہہ دینا کافی ہے۔ یہ تو لفظ تھا۔ اس زبان میں حروف بھی جملوں کا مفہوم ادا کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کہنا چاہتے ہیں ”تمہارے لئے ہے“ صرف لَکَ کہہ دیجئے۔ مفہوم پورا ادا ہو جائے گا۔

کلام اللہ کی زبان عربی کے کمال کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو گا کہ محض زبان کی درستی، اصلاح اور حفاظت کے لئے ایک درجن سے زیادہ علوم موجود ہیں۔ مثلاً علم الصرف

علم النحو. البیان. المعانی. فصاحت. بلاغت. انشاء. کتابت. علم التجوید والقرأۃ ان میں سے ہر علم بجائے خود ایک دنیا ہے. ہر موضوع پر مستقل کتابیں موجود ہیں اور ہر علم کے ماہرین جدا جدا ہیں. یہ عربی زبان کا نہیں. بلکہ کلام اللہ کا اعجاز ہے.

عربی کا ذخیرۂ الفاظ

یہ زبان اپنے ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے بے مثال ہے.

ہم یہاں عربی کی چند معروف قاموس ولغت کی کتابوں کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں. ان کے مجموعی الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عربی زبان کا ذخیرۂ الفاظ کس قدر ہے.

"صحاح جوہری" چالیس ہزار مادۂ الفاظ پر مشتمل ہے.

"قاموس فیروز آبادی" (م ۸۱۷ھ) میں اسی ہزار مادے جمع ہیں.

"تاج العروس" سید مرتضےٰ زبیدی (م ۱۲۰۵ھ) کے مادہ ہائے الفاظ کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے (بحوالہ ترجمہ مفردات القرآن راغب اصفہانی)

یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ ان میں نئے الفاظ اور جدید مصطلحات شامل نہیں نیز یہ کہ مندرجہ بالا تعداد صرف مادہ ہائے الفاظ کی ہے. جبکہ ان میں سے ہر ایک مادہ سے درجنوں مشتقات نکلتے ہیں. اگر مشتق الفاظ کو شامل کیا جائے تو ان کی تعداد کروڑوں تک پہونچ جاتی ہے.

عربی زبان میں ایک ایک چیز کے لئے درجنوں لفظ موجود ہیں. دنیا کی کوئی ایسی معروف اور معلوم شے نہیں. جس کی ہر کیفیت اور ہر حالت کے لئے عربی میں کوئی جدا لفظ موجود نہ ہوں. اپنے ایک ہاتھ ہی کو لیجئے. اس کے ہر حصہ کے جدا جدا نام ہیں. حد یہ ہے کہ ہر انگلی کا جدا نام ہے. انگلیوں کے پوروں کے لئے علیحدہ علیحدہ لفظ ہیں. ناخن کے ہر حصہ اور ہر رنگ کے لئے جدا جدا لفظ موجود ہیں. خیمہ. گھوڑا. اونٹ. تلوار. نیزہ. ڈھال. ریگستان اور صحرا تو عربوں کی محبوب اشیاء تھیں. ان کے بے شمار نام ہونا ایک قدرتی بات کہی جا سکتی ہے. لیکن عربی میں کم وبیش ہر معلوم شے کے ناموں کا یہی حال ہے. جتنے رنگ اور جتنے خواص اتنے نام چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں.

دودھ کے لئے ۱۳ لفظ ہیں. روشنی کے لئے ۲۱ سورج کے لئے ۲۹

تاریکی وظلمت کیلئے ۵۲ بادل کے لئے ۵۰ بارش کیلئے ۶۴

کنوئیں کے لئے ۸۸ سانپ کیلئے ۱۰۰ پانی کے لئے ۱۷۰

اونٹ کے لئے ۲۵۵

یہ فہرست بہت طویل ہے. لیکن طوالت کے ڈر سے اور اس اندیشہ سے کہ اسے مبالغہ آرائی پر محمول نہ کیا جائے. انہیں چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے.

عربی زبان کی وسعتوں کا اندازہ اس حقیقت سے بھی لگایا جا سکتا ہے. کہ اس زبان کا ایک ایک لفظ بے شمار معانی کا حامل ہے. لیکن ہر مفہوم کے تعین کے لئے قرینہ اور شرائط موجود ہیں. تعددِ معانی کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں.

ایک خال کو لیجئے. اس کے ۲۷ معنی ہیں عَجُوز ایک لفظ ہے. اس کے معنی ۳۵ ہیں. عجوز لفظ کے حروف تو چار ہیں. مگر معانی ۶۰ تک بیان کئے گئے ہیں.

عربی کا یکساں "تلفّظ"

قرآن مجید کی زبان عربی کی ایک اور انفرادیت اس کے تلفظ کی یکسانیت ہے. آپ دنیا کے مشرق ومغرب میں کہیں چلے جائیں. کلام اللہ کی ترتیل وتلاوت ایک ہی انداز میں پائیں گے. جب کہ علم الالسنہ کی رو سے دنیا کی ہر زبان میں چار میل کے بعد تلفظ میں فرق آ جانا ایک قدرتی امر ہے. دور کیوں جائیں. پنجابی زبان کو ہی دیکھ لیں. سرگودھا شاہ پور کی زبان جہلم اور راولپنڈی کی زبان سے کس قدر مختلف ہے. بہاولپوری اور ملتانی کے تلفظ میں فیروز پور اور ہوشیار پور کے تلفظ میں کتنا اختلاف ہے. علاقائی اور اضلاعی اختلاف تو ایک طرف رہا. ایک ہی شہر کے مختلف محلوں اور برادریوں کے اندازِ تکلم میں واضح فرق ہوتا ہے. لاہور میں موچی دروازہ کے قدیم باشندے پیسہ کو "پیجہ" بولتے ہیں. قلعہ گوجر والے "پَیسہ" اور کشمیری "پولسہ" کہتے ہیں. ایک اور محلے کے رہنے والے اس کا تلفظ "پیسہ" کرتے ہیں. لیکن کلام اللہ کی عربی اور اس کا اندازِ بیان دنیا بھر میں ایک ہی ہے.

قرآن مجید کی تلاوت ایک عربی کر رہا ہو یا پاکستانی. چینی کر رہا ہو یا جاپانی. افریقی کلام اللہ پڑھ رہا ہو یا امریکی. پنجابی ہو یا بنگالی سندھی ہو یا ہندی سب کے سب قرآن پاک کی عربی ایک ہی طرح پڑھتے ہیں کہیں بھی کوئی اس کے تلفظ میں فرق نہیں آتا. حالانکہ یہی لوگ جب انگریزی بولتے ہیں تو ہر ایک کے لب ولہجہ میں زمین وآسمان کا فرق پڑ جاتا ہے. علم تجوید وقرأت میں مکی. مدنی. حجازی. مصری. لہجے معروف ہیں. لیکن ان کا فرق آواز کے زیر وبم کی حد تک ہے الفاظ کے تلفظ میں نہیں. پھر یہ لہجے صرف ان کے اپنے شہروں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر شہر اور ہر قریہ میں ہر لہجے میں پڑھنے والے قاری موجود

ہیں۔ لیکن ان کی قرات سے کوئی ان کے زادوبوم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

لازوال عربی

عربی قرآن حکیم کی زبان ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی یہ آخری کتاب اپنے معانی، مطالب کے اعتبار سے سراپا اعجاز ہے۔ ویسے ہی اس کی زبان اعجاز بیان ہے۔ ماہرین السنہ کہتے ہیں کہ زبانیں دس بیس سال میں اپنا رنگ ڈھنگ بدلنا شروع کر دیتی ہیں۔ صدی در صدی میں تو ان کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے۔ انگریزی، اردو، فارسی کی واضح مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اردو کے شعراء ولی دکنی، ناسخ و آتش اور مومن و درد کو دو صدیاں نہیں گزریں۔ لیکن ان کی نظم و نثر ہمارے لئے پہیلی معلوم ہوتی ہے۔

فارسی کی گلستاں بوستاں زندہ جاوید کتابیں ہیں۔ ہر جگہ پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن ایران میں نہ گلستان بوستاں کی زبانیں بولی جاتی ہے نہ لکھی جاتی ہے۔ خیر یہ تو قدیم کتابیں ہیں۔ مشہور قصیدہ گو شاعر قاآنی ایک صدی پہلے کا شاعر ہے۔ آج قاآنی کے قصائد کی زبان بھی جدید ایران کے لئے اوپری ہو گئی ہے اس لئے کہ گزشتہ ایک صدی میں فارسی کے الفاظ و محاورات لب و لہجہ اور تلفظ میں ایک انقلاب عظیم آچکا ہے۔

انگریزی دان حضرات شکسپیئر سے بخوبی واقف ہیں اس کا زمانہ سترھویں صدی عیسوی کا ہے۔ اس کے ناول ہر جگہ ملتے ہیں۔ اور انگریزی ادب کے ہر نصاب میں شامل ہیں۔ لیکن ان کی زبان صرف کتابوں کے اوراق میں باقی ہے یا کلاسیکل تھیٹروں کی سٹیج پر دہرائی جاتی ہے۔ چونکہ دو صدیوں کے اندر اندر انگریزی زبان کا تار و پود عظیم تبدیلیوں کا شکار ہو چکا ہے۔

ان سب زبانوں کے برعکس کیا کلام اللہ کی زبان عربی ایک زندہ معجزہ نہیں کہ وہ نزول قرآن کے چودہ سو سال بعد بھی اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ اور اسی طرح پڑھی جاتی ہے۔ کیوں نہ ہو اسلام زندہ ہے۔ اس کی کتاب زندہ پائندہ ہے۔ کتاب کی زبان زندہ و تابندہ ہے۔

بین الاقوامی زبان

دنیا کی دو ارب چالیس کروڑ آبادی میں مسلمانوں کی تعداد ۔۔۔۔ ۵۲،۱۱،۷۳،۹۰۶ ہے اور قرآن کی زبان عربی دنیا کی تیسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ یہ زبان دجلہ سے بحر اوقیانوس کے کناروں تک بولی جاتی ہے اس نے دنیا کی ہر زبان کو متاثر کیا ہے۔ اور ہر قوم کی ادبیات پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہے۔ ایشیا کی زبانیں براہ راست اس کی بدولت پروان چڑھی ہیں۔ وہ سب اپنی موجودہ ترقی کے لئے عربی کی مرہون منت ہیں۔

قرآن مجید کی زبان عربی کسی ایک آدھ ملک کی زبان نہیں کہ اسے کوئی یوں ہی نظر انداز کر سکے۔ یہ دنیا کے چھوٹے بڑے کم و بیش بیس ملکوں کی قومی اور سرکاری زبان ہے۔ جن میں سعودی عرب، مصر، شام، عراق، شرق اردن، لبنان، یمن، لیبیا، بحرین، مراکش، کویت، سوڈان، تیونس، عدن، مسقط و عمان، فلسطین اور الجزائر سر فہرست ہیں۔ ان ممالک کی آبادی کروڑوں کی ہے۔ ان ملکوں میں مسلمانوں کے علاوہ مسیحی، یہودی، قبطی اور دوسری غیر مسلم قومیں آباد ہیں۔ عربی ان سب کی مادری زبان ہے اور انہیں اس پر فخر ہے۔

مندرجہ بالا عرب ممالک پر کیا منحصر ہے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے ملکوں میں عربی بطور ثانوی اور متداول زبان کے رائج ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان عربی زبان سے آشنا ہیں اور جو عربی نہیں سمجھتے۔ وہ بھی اس کے جملے اور فقرے استعمال کرتے ہیں۔ اذان، نماز اور صلوٰۃ و سلام کے علاوہ بسم اللہ۔ الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ ان شاء اللہ۔ جزاک اللہ۔ انا للہ۔ اور اس قسم کے درجنوں خالص عربی فقرے زبان زد عام و خاص ہیں۔ ان پڑھ اور جاہل بھی ان کے مفہوم اور محل استعمال سے آشنا ہیں۔ اس لئے کہ کسی نے کسی کے مرنے پر الحمد للہ نہیں کہا اور کسی نے خوشی کے موقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں پڑھا۔ یہیں سے قرآن فہمی اور عربی دانی کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس دنیا میں آنے کے بعد بلا کسی استثنا کے سب سے پہلے جو آواز ہر مسلمان بچے کے کان میں پہونچتی ہے۔ وہ ہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کی صدائے دل نواز اور اس دنیا سے رخصت ہونے پر ہر مسلمان جو آخری آواز سنتا ہے۔ وہ ہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کا سلامت آفرین پیغام۔ اس کے باوجود اگر مسلمان عربی سے ناآشنا رہیں تو یہ ایک المیہ سے کم نہیں۔

غیروں کی عربی دانی

عربی زبان صرف عرب اور مسلمان ممالک میں نہیں بلکہ دنیا کے کم و بیش ہر ملک میں بولی، پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ شاذ و نادر ایسی یونیورسٹیاں ہوں گی۔ جن میں اس کی تدریس کا انتظام اور اس کی کتابوں کا ذخیرہ نہ ہو۔ شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو گا۔ جس کے ریڈیو سے عربی میں نشریات نہ ہوتی ہوں۔

غیر مسلموں نے عربی ادب میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ خود ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ انگلستان، امریکہ، جرمنی، فرانس، ہالینڈ اور دوسرے مغربی ممالک میں بطور خاص عربی زبان کی تدریس و تعلیم کا اہتمام موجود ہے۔ ان ممالک میں متعدد ادارے عربی زبان میں تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کے لئے قائم ہیں۔ حد یہ ہے کہ آج مسلم ممالک کے طلبا اور علمی تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے فضلاء مجبور ہیں کہ وہ یورپ کی لائبریریوں کیطرف رجوع کریں۔ اور مغرب کے غیر مسلم اساتذہ کے تبحر علمی سے استفادہ کریں۔ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ خالص اسلامی موضوعات پر کام کرنے کے لئے بسا اوقات اس طرف رخ کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے کہ مغربی ممالک کی لائبریریاں عربی ادب و ادبیات اور علوم اسلامی کی نادر و نایاب، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے مالا مال ہیں۔ ہر نادر مخطوط، نایاب مسودہ اور ناپید علمی جواہر ریزہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ کیا ہم اب بھی عبرت و موعظت حاصل نہ کریں گے۔

مستشرقین کا شغف صرف عربی زبان تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ انہوں نے خالص علوم اسلامی کو بھی (خواہ اپنے مقاصد کے لئے ہی ہو) اپنے تجسس اور علمی ذوق کی آماجگاہ بنا لیا ہے۔ اور اس میدان میں قابل رشک کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اگرچہ ان کے عزائم اکثر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہی رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے تاریخ اسلام اور فلسفہ اسلام ایک طرف رہے۔ قرآن و حدیث پر بھی ضخیم کتابیں مرتب کی ہیں۔ کیا ہم میں اتنی سکت بھی نہیں؟ کیا ہم اب بھی وسائل نہیں کر سکتے؟ اصل سوال وسائل کا نہیں۔ بلکہ علمی شغف، ذوق تحقیق اور اپنے دین سے والہانہ محبت کا ہے۔

عربی کی بہترین ابتدائی گرامر "اساس عربی" مسٹر تھیچر (THACHER) کی تالیف ہے۔ عربی کی بلند پایہ جدید مصور لغت "المنجد" مسٹر انٹونی ایلس (ANTONIO ALIS) کی مرتب کردہ ہے۔ قرآن حکیم کا پہلا انڈکس "مفتاح القرآن" بھی ایک جرمن مستشرق نے تیار کیا تھا ایک انڈکس پادری احمد شاہ نے مرتب کیا اور لازورس کمپنی بنارس نے شائع کیا۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ پادری موصوف نے کلام پاک کے اندر آنے والے افعال کے تمام مادوں کی بھی ایک جامع فہرست مرتب کر دی ہے اور حوالوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے جملہ الفاظ کے معنی اردو اور انگریزی میں کر دیئے۔

احادیث نبوی کا سب سے پہلا اور نرالا انڈکس "المفتاح الکنوز السنہ" کے نام سے ایک مسیحی مستشرق مسٹر اے فنسنک (MR. E. FINCINC) نے مرتب کیا تھا۔ اس کی مدد سے حدیث کی گیارہ کتابوں کے حوالے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ حال ہی میں یورپ سے ایک اور گرانمایہ کتاب چھپ کر آئی ہے۔ یہ ہے علوم اسلامی سے متعلقہ کتابوں کی متعارفی جامع فہرست جس میں ہر موضوع اور ہر عنوان کی کتابوں کے نام موجود ہیں۔ احادیث کا ایک اور انڈکس تیار ہو رہا ہے۔ جس کی پانچ ضخیم جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہم خود اپنی اس بے مثال دینی زبان کے لئے کیا کر رہے ہیں۔

عربی زبان اور ہم

ہمارے بچپن کی بات ہے کہ گھر میں بچوں کو "بسم اللہ" کے الفاظ سے بولنا سکھایا جاتا تھا۔ مائیں "اللہ اللہ" کی لوری سے بچوں کو سلایا کرتی تھیں۔ گھر کے چھوٹے بڑے صبح اٹھ کر سب سے پہلے پارہ دو پارہ پاؤ آدھ پاؤ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ سکول کی تعلیم سے قبل ہر بچہ بچی کو گھر پر یا محلہ کی مسجد میں قرآن شریف ختم کراتے تھے۔ گو اس سے عربی زبان کی تفہیم یا قرآن دانی حاصل نہ ہوتی تھی۔ لیکن ناظرہ قرآن خوانی کے نتیجہ میں قدرتی طور پر دین کے ساتھ ایک تعلق خاطر اور قرآن کی زبان سے ایک خاص ربط ضرور پیدا ہو جاتا تھا۔ اب جدید (MODERN) بننے کے شوق میں یہ تمام مبارک رسمیں مٹتی جا رہی ہیں۔ اور ہم اپنی نئی پود کو دین سے دور اور دینی اقدار سے محروم کرتے جا رہے ہیں۔ ہم انہیں اس قابل بھی نہیں بنا رہے ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کا جنازہ اور ہمارے بعد ہمارے لئے فاتحہ بھی پڑھ سکیں۔

دینی مدارس عربیہ

ہم نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے دین کا اجارہ دینی مدارس عربیہ کو دیا ہوا ہے۔ ان کے وجود سے گویا ہمارا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ مسجدوں کے یہ مدارس مالی زبوں حالی، وسائل کی کمی، حکومت کی عدم سرپرستی اور قوم کی بے توجہی سے جس حال میں ہیں۔ وہ خود ایک المیہ سے کم نہیں۔

ہمارے اپنے "جائزہ مدارس عربیہ" کی رو سے پورے مغربی پاکستان میں چند سال پیشتر (چھوٹے بڑے مکتب ملا کر) عربی مدارس کی تعداد صرف ۱۱۷۴ تھی۔ جہاں عربی پڑھنے والے طلبا کی تعداد صرف ۴۳۰۰۰ تھی۔ جبکہ ایک ہی سیکنڈری

ایجوکیشن بورڈ میں اس سے دو چند طالب علم ہر سال میٹرک میں فیل ہو جاتے ہیں۔

عربی سرکاری مدارس میں

اسلامی ریاست پاکستان کے سرکاری نظام تعلیم میں عربی زبان کی کیا حیثیت ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیے اور اصلاحِ احوال کی تدابیر سوچیے کہ محض تنقید اور تنقیص سے کچھ نہیں بنتا۔

پرائمری

ابتدائی پانچ درجوں میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کا کوئی انتظام نہیں۔ برائے نام قاعدہ یسرنا القرآن اور چند پارے ناظرہ خوانی کے لئے نصاب میں شامل ہیں۔ اور بس برائے نام اس اعتبار سے کہ قرآن مجید پڑھانے کے لئے اساتذہ کا کوئی انتظام نہیں

مڈل، میٹرک

ان درجوں میں عربی زبان کو ایک اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل ہے کہ جو طالبعلم چاہے اسے انتخاب کرے۔ بعض سکولوں میں سرے سے عربی کی تدریس کا انتظام نہیں۔ جہاں اہتمام ہے وہاں بھی عربی مضمون لینے والے طلبا کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر نہیں۔

صرف ثانوی تعلیمی بورڈ لاہور سے میٹرک کا امتحان دینے والے طلب کے پانچ سالہ اعداد و شمار مندرجہ ذیل ہیں۔ جو دین کے لئے درد رکھنے والے حضرات کو چونکا دینے کے لئے کافی ہوں گے۔

۱۹۶۳ء میں کل شریک امتحان طلبا		۸۲،۱۰۵	عربی کے طلبا		۳۲۷۳
۱۹۶۴ء	"	"	۷۳،۷۳۹	"	" ۳۳۴۸
۱۹۶۵ء	"	"	۸۱،۹۲۹	"	" ۳۸۳۸
۱۹۶۶ء	"	"	۹۵،۹۸۰	"	" ۵۴۹۱
۱۹۶۷ء	"	"	۹۹،۹۶۶	"	" ۴۹۹۲

گویا ۱۹۶۳ء میں ۸۲ ہزار طالب علم شریک امتحان ہوئے جن میں عربی پڑھنے والے طلبا کا تناسب چار فیصد سے اوپر تھا۔ اور پانچ سال بعد جب طلبا کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو گئی۔ تو بھی عربی خواں طالب علم پانچ فیصد نہ ہو سکے۔

ایف، اے

چند سال پہلے یعنی ۱۹۶۳ء تک ایف اے میں عربی دو مضمونوں کی صورت میں رائج تھی ایک "عربی انتخابی مضمون" کے نام سے دوسرے "عربی اختیاری" کے نام سے۔ اس طرح ایف اے (آرٹس) اور ایف ایس سی (سائنس) کے تمام طالب علم عربی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اب "قومی تعلیمی کمیشن" کی برکت سے ۱۹۶۳ء کے بعد سے صرف "عربی انتخابی مضمون" کی حیثیت سے باقی ہے۔ جیسے سائنس کا کوئی طالب علم اگر چاہے بھی تو نہیں پڑھ سکتا ہے۔

گزشتہ پانچ سالوں کے اعداد و شمار (امتحان ایف اے لاہور بورڈ) کی رو سے

۱۹۶۳ء میں کل شریک امتحان طلبا		۱۲،۹۴۸	عربی کے طلبا		۱۱۱۵
۱۹۶۴ء	"	"	۲۶،۳۹۰	"	" ۷۰۰
۱۹۶۵ء	"	"	۳۹،۸۸۳	"	" ۱۱۶۳
۱۹۶۶ء	"	"	۵۰،۹۶۶	"	" ۱۱۰۵
۱۹۶۷ء	"	"	۵۵،۶۸۰	"	" ۱۱۱۹

گویا ۱۹۶۳ء میں جب کہ آرٹس اور سائنس دونوں گروپ کے طلبا کو عربی پڑھنے کی سہولت میسر تھی (پونے تیرہ ہزار طلبا میں سے گیارہ سو طلبا عربی پڑھ رہے تھے۔ اور جب قومی تعلیمی کمیشن کی سفارشات کے نتیجہ میں عربی بطور اختیاری مضمون صرف آرٹس کے طلبا کے رہ گئی۔ تو پونے پچپن ہزار طلبا میں سے عربی پڑھنے والے گیارہ صد سے نہ بڑھ سکے۔ اس طرح ایف اے میں عربی خواں طلبا کی تعداد پونے نو فیصد سے گھٹ کر صرف دو فیصد رہ گئی۔ یہ ہے قرآن کریم کی زبان کی ترویج کے لئے ترقی معکوس۔

بی، اے، ایم، اے

میٹرک اور ایف اے کے نتائج پر ہی بی اے، ایم اے میں عربی کی صورت حال کو قیاس کر لیجیئے۔ بی اے میں عربی پڑھنے والے دو چار صد ہوتے ہیں۔ اور ایم اے میں ڈیڑھ یا دو درجن۔ یہ ایسے اعداد و شمار ہیں۔ جن کا جھٹلانا ممکن نہیں۔

ان حالات میں عربی زبان کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ صرف ایک زبان کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ دین کی تفہیم اور اسلام کی تعلیم کا مسئلہ ہے۔ اس لئے جہاں کہ ہم سرکاری نظام تعلیم میں بھی عربی زبان کی تدریس کے لئے مناسب راہیں نکالیں۔ وہاں نجی طور پر بھی عربی کی تحصیل و ترویج کے لئے مخلصانہ سعی کرنی چاہیئے کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔

بسلسلہ حکیم عبدالسلام مرحوم

حضرت درخواستی ہری پور میں!

جناب عبدالقیوم ناظم جمعیۃ ہری پور کی اطلاع کے مطابق جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی آج تحریک آزادی کے نامور رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات پر تعزیت کے لیے مرحوم کی رہائش گاہ پر پہنچے تو اہالیان ہری پور کا ایک ہجوم حضرت درخواستی کو ملنے کے لیے جمع ہو گیا۔ حضرت درخواستی نے خطبہ مسنونہ کے بعد حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کو اور تحریک آزادی کے سلسلے میں مرحوم کی بے مثال قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت درخواستی نے فرمایا کہ حکیم صاحب مرحوم آخری وقت تک اہل حق کے قافلے کے ساتھ وابستہ رہے۔ ان کی وفات سے جمعیۃ علماء اسلام ایک مخلص مجاہد سے محروم ہو گئی ہے۔

آخر میں حضرت درخواستی نے مرحوم کے لیے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی اور مرحوم کے صاحبزادوں مولانا حکیم عبدالرشید انور اور میجر محمد طارق سے اور دیگر پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔

پاکستان طبی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت جناب حکیم محمد نبی خاں صاحب جمال سویدا صدر کانفرنس موصوف کے دولت کدے پر مورخہ ۲۱ فروری ۶۶ء منعقد ہوا جس میں حکیم مولانا عبدالسلام صاحب ہزاروی کی وفات حسرت آیات پر مندرجہ ذیل تعزیتی قرارداد صدارت کی جانب سے پیش کی گئی:-

پاکستان طبی کانفرنس کا یہ اجلاس ملک کے نامور طبیب عالم دین، پاکباز صوفی، تحریک آزادی کے رہنما، طبی بورڈ کے سینئر رکن حکیم مولانا عبدالسلام صاحب ہزاروی کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اسے فن طب کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔

مرحوم طبی کانفرنس پاکستان کے اساتین میں سے تھے ان کی موت سے طبی کانفرنس کا ایک ستون منہدم ہو گیا ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

طبی کانفرنس مرحوم کے خاندان اور بالخصوص ان کے فرزندان میجر طارق صاحب اور مولانا حکیم عبدالرشید صاحب انور سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

إنا لله وإنا إليه راجعون

● سول لائن راولپنڈی کے خطیب مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی کی والدہ ماجدہ کچھ دن پہلے انتقال فرما گئیں۔

مرحومہ دین اسلام سے بے پناہ لگاؤ رکھتی تھیں۔ اہل حق سے ان کی وابستگی اولاد کی دینی تربیت وغیرہ جیسے امور کے پیش نظر انہیں رابعہ کہنا غلط نہ ہوگا۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم نے اپنے بیان میں حافظ صاحب سے تعزیت کا اظہار کیا ہے اور مرحومہ کی مغفرت کی خاطر خصوصی دعا بھی فرمائی۔

بندہ کے والد گرامی اور دوسرے اہل خاندان کے ساتھ جناب حافظ صاحب کا جو تعلق خاطر ہے اور مرحومہ کی طرف سے جو دعائیں ہمیں نصیب ہوتی تھیں اس کے پیش نظر دل و دماغ شدید طور پر متاثر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت سے نوازے اور متعلقین و لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

● جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی شہر کے جنرل سیکرٹری منشی غلام صادق صاحب کینسر کے موذی مرض کے سبب انتقال فرما گئے۔

امرتسر کا یہ عظیم انسان ساری عمر اہل حق سے وابستہ رہا۔ مجلس احرار اسلام اور پھر جمعیۃ علماء اسلام ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا رہیں۔ شاہ جی علیہ الرحمۃ سے جو لگاؤ اور تعلق تھا وہ انہی کا حصہ تھا۔

ایک عرصہ سے صحت جواب دے چکی تھی لیکن ہمت بلند تھی اور ملی و جماعتی کاموں کے لیے سرگرمی میں کوئی فرق

(باقی ۳۲ پر)

ترجمہ و ترتیب: زاہد الراشدی

ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ کو برا نہ کہو بخاریؒ مسلمؒ اور احمدؒ اور ابوداؤدؒ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے اور کہتا ہے زمانہ برا ہے حالانکہ میں خود زمانہ ہوں تمام امور میرے ہاتھ میں ہے اور دن رات کو میں پلٹتا ہوں۔

بڑائی خدا کی ہے۔ حاکمؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بڑائی میری چادر ہے جس نے اس بارے میں میرے ساتھ جھگڑا کیا میں اس کو پیس ڈالوں گا۔

نہ مانگنے پر غصہ عسکریؒ سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص مجھے نہیں پکارتا میں اس سے ناراض ہو جاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت طبرانیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! جب تو میری عبادت کرے گا۔ اور مجھ سے اچھی امید رکھے گا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ تو میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا اور اگر تم آسمان اور زمین جتنے گناہ لے کر پاس آؤ گے تو بھی اتنی ہی مغفرت تمہیں عطا کروں گا اور میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور کچھ پروا نہیں کروں گا۔

جنت کی ضمانت احمدؒ ابن حبانؒ حاکمؒ اور بیہقیؒ سند صحیح کے ساتھ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں ۱۔ سچ بولو ۲۔ وعدہ پورا کرو ۳۔ امانت کو صحیح ادا کرو ۴۔ شرمگاہ کی حفاظت کرو ۵۔ نگاہیں نیچی رکھو ۶۔ ہاتھوں کو روکے رکھو۔

بہترین نعمت طبرانیؒ اور بیہقیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار چیزیں جسے مل گئیں اسے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں مل گئیں ۱۔ ذکر کرنے والی زبان ۲۔ شکر کرنے والا دل ۳۔ آزمائش پر صبر کرنے والا بدن ۴۔ فرمانبردار بیوی جو اپنے نفس اور خاوند کے مال میں خیانت نہیں کرتی۔

غیر مقبول صدقہ ابن عدیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۱۔ خیانت سے حاصل کیا ہوا مال ۲۔ چوری کا مال ۳۔ دھوکے کا مال ۴۔ یتیم کا مال۔ حج، عمرہ، جہاد اور صدقہ قبول نہیں ہوتا

ظالم حکمران نسائیؒ اور بیہقیؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار اشخاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں ا۔ قسمیں کھا کر سودا بیچنے والا ۲۔ متکبر فقیر ۳۔ بوڑھا زانی ۴۔ ظالم حکمران

رحم کرو طبرانیؒ اور حاکمؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

فون نمبر ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۳۳۷-۸۱-۴۴۸۲ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۲۰۷۹۷-۹ DDA مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۶۴ء اور (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۹۰۸/۲۰/۴-۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷

شرک والا دم حاکم سند صحیح کے ساتھ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے کلام کے ساتھ دم کیا کرو جس میں شرک نہ ہو۔

مومن کا تہبند نسائی سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا تہبند پنڈلی کے نصف تک ہوتا ہے۔

قرآن کو یاد رکھو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کریم کو یاد کر لینے کے بعد، یاد رکھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ انسانوں کے سینوں سے اس سے بھی جلد نکل جاتا ہے جیسے اونٹ رسی تڑوا کر بھاگتے ہیں۔

شہنشاہ اللہ ہے بخاری ترمذی اور احمد سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب کرتے ہیں جو خود کو شہنشاہ سمجھنے لگے کیونکہ بادشاہ اللہ کے سوا کوئی نہیں

سخت ترین عذاب ابویعلیٰ طبرانی اور ابونعیم سند حسن کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ظالم حکمران کو ہوگا۔

قیامت کے دن ندامت ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت و ندامت اس شخص کو ہوگی جس نے دنیا میں ممکن ہونے کے باوجود علم حاصل نہ کیا اور وہ آدمی جس نے علم حاصل کیا لیکن اس علم سے فائدہ اس کے سوا دوسرے سننے والوں نے حاصل کیا۔

بقیہ : انا للہ وانا ...

نہ آیا تھا۔ احقر ذاتی طور پر ان کی شفقتوں اور دعاؤں سے بہرہ مند ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو دولت صبر سے نوازے۔

مدیر۔ علوی

انتظار فرمائیں

۱۴ مارچ سے شروع ہونے والی عوامی تحریک پر ایک رپورٹ آئندہ ہفتہ۔ (ادارہ)

آیت کریمہ

حسب پروگرام ۲۳ مارچ ۷۷ء بعد نماز مغرب منعقد ہوگی مرشد لاہوری حضرت الامام مولانا عبیداللہ انور مدظلہ نے جیل سے ایک پیغام کے ذریعہ جملہ متوسلین اور عام اہل اسلام سے کہا ہے کہ وہ اس بابرکت مجلس میں بکثرت شریک ہو کر تحریک کی کامیابی کے لیے مخلصانہ دعا کریں۔ (ادارہ)

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔